جہان آرا بیگم

شاہجہان بادشاہ کی فاضل بیٹی جہان آرا بیگم کی سوانح
عمری، اُسکے مارل، سوشیل، اور پولیٹکل کارنامے،
مورخین یورپ کی نکتہ چینیوں پر محققانہ نظر

مصنفہ
جناب مولوی محبوب الرحمن صاحب کلیم بی اے
مدرس مدرستہ العلوم علیگڈھ

باہتمام خاکسار سعید احمد
در مطبع احمدی علی گڈھ طبع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی
خدا سے پوچھ لو شانِ محمدؐ

ردو لٹریچر کی لائبریری جہان اور ضروری علوم و فنون کی کتابون سے خالی
ہے وہان یہ بھی بڑا نقص ہے کہ فرقۂ اناث کی دلچسپی کا کوئی سامان اُسمین مہیا
ین ہے۔ بہی خواہانِ قوم جو اُردو کو ایک مفید اور علمی زبان بنانے کی کوشش
ن سرگرم ہین اور اسمین غیر زبانون سے مختلف تاریخی اور علمی ذخیرے جمع کرتے
ن وہ بھی اسکے اِس ضروری حصہ کیطرف بہت کم متوجہ ہین۔
گذشتہ بیگمات اور اسلامی خواتین کے نتیجہ خیز تاریخی واقعات اور
رنامے یہی ایسی چیزین ہین جنسے ہماری مستورات اپنی روزمرّہ کی زندگی مین
ت کچھ روشنی حاصل کرسکتی ہین۔ اور بجائے ناولون قصّون اور کہانیونکی
ابون کے اِس قسم کی تاریخی کتابین اُنکے لیے بہت مفید اور کارآمد ہوسکتی ہین

ملک اور قوم کے روشن خیال اور زندہ دل اصحاب اِس ضرورت کو محسوس کر رہے ہین لیکن یہ کوئی ایسا سہل کام نہین ہے جسکو آجکل کی آسان پسند طبیعتین گوارا کر سکین۔ کیونکہ اہل نظر جانتے ہین کہ قدیم مورخین کا طرز واقعہ نگاری آجکل کے معیار کے کسقدر خلاف تھا جن امور کو آج ہماری نگاہین ڈھونڈھتی ہین اُن کو ہمارے اسلاف قلم انداز کر دیتے تھے اِسکے علاوہ مخدرات اور بیگمات کے حالات کا لکھنا بھی شاید اُس زمانے مین پردہ کے منافی یا ایک اخلاقی جرم سمجھا جاتا تھا۔ عام مستورات کا تو کیا ذکر شاہی خاندان کی خواتین کے حالات سے بھی مبسوط تاریخین خاموش نظر آتی ہین۔ اور کہین ضمنی طور پر اُنکا ذکر بھی ہوتا ہے تو نہایت اجمال کے ساتھ ایسی حالت مین جبکہ ہمارا یہ تاریخی پہلو اسقدر تاریک ہے اُسکو روشنی مین لانا کوئی آسان کام نہین ہے۔

یہ کتاب جہان آرا بیگم جو میرے عم محترم جناب مولوی محبوب الرحمن صاحب بی۔اے کے پُرزور قلم کا نتیجہ ہے مذکورۂ بالا ضروری حصہ کی ایک نہایت اعلےٰ پایہ کی اور مفید تصنیف ہے۔ اور اپنی نوعیت مین بے مثل ہے اِس سے پہلے بھی اگرچہ دو ایک احباب نے بعض بیگمات مثلاً نورجہان بیگم یا زیب النسا بیگم کے حالات لکھے ہین مگر اُنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالکل آنکھ بند کر کے لکھی گئی ہین۔ اور تحقیق اور تدقیق سے ذرا بھی واقعات مین کام نہین لیا گیا ہے۔

عم موصوف نے جو فارسی اور عربی کے زبردست اور متبحر عالم ہونیکے علاوہ انگریزی مین بھی بی اے کی ڈگری حاصل کر چکے ہین اور قوم کے نہایت ہمدرد

اور روشن خیال نوجوان ہین۔ سالہاسال کی محنت اور کتب بینی کے بعد نہایت تحقیق اور تدقیق کے ساتھ اس کتاب کو مرتب کیا۔ بہت سے کتبخانون کی سیر کی۔ کرم خوردہ اور بوسیدہ تواریخ کے اجزا کا مطالعہ کیا اور سیکڑون مبسوط کتابو نکے ورق اُلٹے اور اُنمین سے ایک ایک دو دو جملو نکو لیکر جمع کیا تب جا کر یہ مجموعہ تیار ہوا

یون لائے وا نسے ہم دل صد پارہ ڈھونڈھکر
دیکھا جہان کہین کوئی ٹکڑا اُٹھا لیا

آج ایکسال کا عرصہ ہوا جب یہ کتاب مرتب ہو چکی تھی مین نے اسکو شروع سے آخر تک پڑھا اور کہا کہ آپ یہ کتاب میرے حوالے کرین تاکہ مین اسکو شائع کرا دون لیکن اُنکی ہمت عالی کے معیار پر یہ کتاب پوری نہین اُترتی تھی۔ اسلیے پبلک مین اسکے پیش کرنیسے ہچکچاتے تھے۔ جواب دیا کہ "جس مقصد سے یہ کتاب لکھی گئی ہو اُسکی تکمیل مین مجکو ناکامی رہی۔ اور جو کچھ اسمین اُس نامور بیگم کے متعلق لکھا گیا ہو وہ اُسکی تصویر کا بگڑا ہوا خاکہ ہو۔ اسکو کیا شائع کروگے"۔ کچھ دنونکے بعد مین نے پھر کہا اور پھر ایسا ہی جواب ملا۔ لیکن چونکہ یہ کتاب ضرورت زمانہ کے لحاظ سے نہایت مفید اور اہم تھی مین نے اپنے تقاضے کا سلسلہ بند نہ کیا۔ آخر ایکسال تک برابر وہ کچھ نہ کچھ گھٹاتے بڑھاتے اور کاٹ چھانٹ کرتے رہے پھر بھی مین بڑی مشکلو نسے حاصل کر سکا کیونکہ ابتک اُنکو پورا اطمینان نہ تھا۔ تاہم مین کہتا ہون کہ جو کچھ اس کتاب مین لکھا گیا ہو وہ ایک نکتہ شناس کیلیے بہت کافی ہو۔ اور مصنف کا اس مضمون کے متعلق اسقدر مٹیریل جمع کر لینا قابل داد ہو۔ ناظرین اسمین خامہ مضمون نگار کا کچھ قصور نہ سمجھین بلکہ اپنی محرومی قسمت کا گلہ کرین کہ قدیم مورخین نے اُنکو اس قسم کے وقیع امور اور تاریخی حالات سے محروم رکھا۔

اس کتاب سے اُس خیال کی بھی ضمنی تردید ہوتی ہے جو یوروپ کی عامیانہ تقلید نے ہمارے اندر پیدا کر دیا ہے جسکی وجہ سے ہم رسم پردہ کے جسکی فطرت نے پودہ لگائے اور اسلام نے اُسے سرسبز و شاداب کیا سخت دشمن ہوگئے ہین۔ اور اپنی خود غرضی کی بنیاد پر سرگرم کوشش ہین کہ ہماری مستورات پردے کو خیرباد کہکر عام درسگاہون اور پبلک جلسون مین جلوہ گر ہون۔ اور بے پردہ ہوکر عام مجالس مین شرکت کرین۔ وہ بہی خواہان قوم جو اس جہاد مین زبان و قلم سے شریک ہین اُنکی سرگرمیونکی بنیاد یہ ہے کہ ہماری مستورات کی تعلیم پردے کے ساتھ ناممکن ہے۔ اور اُنکو اعلےٰ تہذیب اور روشن خیالی اُسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب وہ پردے کے تار و پود کو توڑ کر مردون کیطرح آزادانہ زندگی بسر کرین۔

اسمین ایک ایسی شریف خاتون کی سرگذشت لکھی گئی ہے جو باوجود علم۔ وفن۔ اخلاق و تہذیب اور پالیٹکس مین اعلیٰ رتبہ رکھنے کے جو آجکل کی غیر طبعی اور بے پردہ عورتون مین بھی نہین پایا جاتا انتہا درجہ پردہ کی پابند تھی چنانچہ اُسکی تعریف مین اُس زمانہ کے ایک مشہور شاعر نے لکھا ہے

بہ ذاتِ او صفاتِ کردگار است　　　　که خود پنہان و فیضش آشکار است

جس سے پردے کے مخالفون کو معلوم ہوجائیگا کہ جس بنیاد پر وہ کوشش کر رہے ہین وہ کسقدر لغو ہے اور پردہ کبھی اور کسی حالت مین تعلیم کا منافی نہین ہے۔

شاید بعض نکتہ چین احباب اس کتاب کے بعض امور پر حشو و زائد کا ریمارک کرین لیکن اگر وہ اُنپر غور کرینگے اور یہ سوچین گے کہ اصل مضمون سے اُنکو کیا ضروری تعلق ہے تو اُن کا خیال غلط ثابت ہوجائے گا۔ فقط

مسلم جراجپوری
مدرسۃ العلوم علیگڑھ

۱۳ مارچ سنہ ۱۹۰۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولادت اور خاندانی حالات

تاریخی دُنیا کا بچہ بچہ آگاہ ہے کہ جسطرح برامکہ عباسیہ سلطنت کی کشتی کے ناخدا تھے۔ اسیطرح پر عہد مغلیہ مین خاندان آصفیہ بھی بہت نامور اور ممتاز تھا اور اسمین کوئی شک نہین کہ شاہنشاہ اکبر کے زمانے سے عہد عالمگیر تک جبکہ سلطنت مغلیہ کا اقبال معراج کمال پر تھا۔ اُسکی حکومت اور سیاست مین اسی خاندان نے بمنزلہ روح وروان کے کام دیا۔ اس مشہور اور علمی خاندان کا ہر ممبر علم وفضل مین ممتاز تھا۔ اور فن سیاست وحکمرانی تو اُنکی گھٹی مین پڑی ہوئی تھی۔

میرزا غیاث بیگ

اس خاندان کا مورث اعلیٰ **میرزا غیاث بیگ** طہرانی تھا جو حکومت خراسان کے زوال کے بعد مع اہل وعیال وارد ہند ہوا۔ اُس زمانے مین شاہنشاہ اکبر تخت ہند پر جلوہ گر تھا۔ بادشاہ نے اُسمین شرافت اور کمال کا جوہر دیکھکر اُسکی نہایت درجہ قدر کی۔ اور اُسکو خزانہ ملکی کی افسری سے سربلند کیا

میرزا مذکور نے اپنی خداداد قابلیت سے بہت جلد ایک حیرت انگیز ترقی کی اور رفتہ رفتہ عہدۂ وزارت پر متمکن ہوگیا۔ اور وفات تک اُسنے اپنے فرائض منصبی کو نہایت لیاقت اور بیدار مغزی سے انجام دیا۔

میرزا غیاث بیگ سیاست ہی کا مرد میدان نہ تھا۔ بلکہ بزمگاہِ علم و ہنر مین بھی ایک معزز رتبہ رکھتا تھا۔ شعراے عہد اُسکو نہایت عزّت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ وہ زیادہ تر متقدمین شعرا کا تتبع کرتا تھا۔ میرزا غیاث بیگ کی موزونی طبع کا اِس سے اندازہ ہوسکتا ہو کہ جب بستر مرگ پر وہ جان توڑ رہا تھا جہانگیر بادشاہ اُسکی عیادت کو گیا۔ نورجہان بھی مرنے والے باپ کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھی۔ اُسنے میرزا سے پوچھا کہ آپ اِنکو (جہانگیر) پہچانتے ہین۔ میرزا غیاث بیگ نے فی البدیہ یہ جواب دیا ؎

آنکہ نابیناے مادرزاد اگر حاضر شود　　　در جبینِ عالم آرایش بہ بیند بہتری

میرزا غیاث بیگ نے بمقام آگرہ ۱۶۲۶ء مین انتقال کیا۔ اُسکے عالیشان مقبرے کو نورجہان بیگم نے تعمیر کرایا ہے۔ پہلے اُسکی خواہش تھی کہ یہ شاندار عمارت بالکل چاندی کی بنوائی جائے۔ لیکن دوراندیش لوگون نے اُسکو اِس ارادے سے باز رکھا۔

نورجہان بیگم

میرزا غیاث بیگ کی اولاد مین نورجہان اور آصف خان بہت مشہور ہوے۔ یہ وہی نورجہان بیگم ہے جسکا نام بچہ بچہ کے نوک زبان ہے۔ اور زنان یورپ با اینہمہ علم و ہنر اُسکے کمال پر رشک کرتی ہین اور اِسمین کوئی شبہہ نہین کہ اِسی لائق بیگم کی وجہ سے خاندان اعتمادالدولہ کو یہ سب عروج

حاصل ہوا ؎

کنند خویش و تبار تو نازمی زیبد
بہ حسن یک تن اگر یک قبیلہ ناز کند

نورجہان کا جہانگیر پر بیحد اثر تھا۔ تقریباً بیس سال تک اُسنے بادشاہ اور سلطنت دونون کو اپنے قبضے مین رکھا۔ جہانگیر کو اپنے عیش و عشرت سے کب فرصت تھی۔ اُسنے عنان سلطنت اپنی لایق بیگم کے ہاتھون مین دیدی تھی۔ اُس عہد مین سکّہ بھی اُسی کے نام سے منقش ہوتا تھا۔ اور اُس پر یہ شعر لکھا جاتا تھا۔ ؎

بہ حکم شاہ جہانگیر یافت صد زیور
بنام نورجہان بادشاہ بیگم زر

اور فرامین کے طغرا پر یہ عبارت ہوتی تھی "حکم علیۃ العالیہ نورجہان بیگم بادشاہ" جہانگیر نے اکثر سر دربار کہا۔ کہ مین نے سلطنت نورجہان بیگم کے سپرد کردی۔ اور بجز ایک سیر شراب اور آدھ سیر گوشت کے مجکو کچھ درکار نہین*۔

نورجہان بیگم کو جسطرح خداوند عالم نے لاجواب حسن ودیعت کیا تھا اُسی طرح علم و فضل مین بھی وہ اپنے زمانے مین نہایت درجہ ممتاز تھی۔ شعر و سخن مین اُسکا اعلےٰ درجے کے شعرا مین اعتداد تھا۔ بڑی خصوصیت اُسکی شاعری کی یہ ہے کہ فی البدیہ شعر کہنے مین اُسکو بڑی مہارت تھی چنانچہ اُسکے اشعار حسب ذیل ہین ؎

عشقت چنان گداخت تنم را کہ آب شد
گردے کہ ماند سرمۂ چشم حباب شد

ایضاً

---

* تزک جہانگیری۔

کشادِ غنچہ اگر از نسیم گلزار است ✓ کلیدِ قفلِ دلِ ما تبسمِ یار است

دیگر

دل بصورت ندہیم تا شدہ سیرت معلوم بندۂ عشقم و ہفتاد و سہ ملت معلوم

زاہدا ہول قیامت مفگن۔ در دلِ من ہول ہجران گذرانیدیم و قیامت معلوم

اس بیگم نے شاہجہان کے عہد مین بمقام لاہور انتقال کیا۔ اور جہانگیر کے مقبرے کے پاس دفن ہوئی۔ اُسکے لوح مزار پر یہ شعر کندہ ہے۔ ؎

بر مزارِ ما غریبان نے چراغے نے گلے نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

آصف خان

میرزا غیاث بیگ کا ممتاز بیٹا مرزا ابو الحسن یمین الدولہ آصف خان* تھا۔ جو اپنے باپ کی وفات کے بعد وزیر سلطنت ہوا۔ اور بے شبہہ شاہجہان کی سلطنت کے اکثر پولیٹکل امور جو آج قابل تعریف سمجھے جاتے ہین وہ اسی عالی دماغ کے نتیجۂ تدبیر تھے۔ آصف خان کی بادشاہ بھی بہت توقیر کرتا تھا۔ کیونکہ علاوہ قرابت قریبہ کے اِسی کی کوشش جانکاہ سے اُسکو تخت ہند نصیب ہوا تھا۔ شاہجہان کو اُس پر ایسا اعتماد تھا۔ کہ اُسنے مہر شاہی بھی اُسکے سپرد کردی تھی۔ آصف خان اکثر کہا کرتا تھا کہ اب میرے دل مین بجز اِسکے کوئی حسرت باقی نہین رہی کہ شاہجہان کے عہد مین میرا خاتمہ بخیر ہو۔

صفحات تاریخ بتاتے ہین کہ جو جاہ و ثروت اور رتبہ و عزت آصف خان کو عہد شاہجہان مین حاصل ہوئی۔ وہ بہت کم شخصون کو عہد مغلیہ مین نصیب ہوئی ہوگی۔ آصف خان کو نہ ہزاری ذات و نہ ہزار اسپہ سہ اسپہ** کا منصب

* مآثر الامرا و شاہجہان نامہ۔ ** تاریخ ہند۔ مصنفہ شمس العلما مولوی ذکاء اللہ۔

عطا ہوا تھا۔ اور سولہ کرور بارہ لاکھ دام کی جاگیر تھی۔ لاہور مین اُسنے ایک نہایت عالیشان محل ۲۰ لاکھ روپیہ کی لاگت سے تیار کرایا تھا جسمین اُسکے وفات کے بعد ڈھائی کروڑ روپیے کا مال برآمد ہوا۔ اور تقریباً اسی لاگت سے آگرہ مین بھی اُسنے ایک مکان تعمیر کرایا تھا جسکے بعض آثار مٹتے مٹتے اب بھی باقی رہ گئے ہین۔

آصف خان بہت بڑا فاضل آدمی تھا۔ اور نظم ونثر پر اُسکو پوری قدرت حاصل تھی۔ اُسکی ذات ارباب کمال کا مرکز تھی۔ ارسطوئے ہند ملا محمود جونپوری مصنف شمس بازغہ سے اُسکو خاص ارادت تھی۔ وہ اکبرآباد مین متعدد بار اُسکی ملاقات کو گئے تھے۔ اور غالباً اُسی کی سعی وسفارش سے بادشاہ نے اُنکی ایک معقول جاگیر بھی مقرر کردی تھی۔

اس نامور شخص نے ۱۷ شعبان ۱۰۵۱ھ مین بمقام لاہور انتقال کیا۔ بادشاہ اور تمام شاہی خاندان کو اس حادثہ سے سخت رنج ہوا۔ اور شاہی حکم کے موافق وہ جہانگیر کے روضہ کے غربی جانب مدفون ہوا۔ اُسکی تربت پر ایک عالیشان گنبد تیار کرایا گیا جو ابتک موجود ہے۔

دیوانجی بیگم

آصف خان کی زوجہ محترمہ کا نام دیوانجی بیگم تھا جو خواجہ غیاث الدین قزوینی کی بیٹی تھی۔ خواجہ غیاث الدین کا باپ آقائے ملا شاہ طہماسپ صفوی کے مصاحبون مین تھا اور اُسکا بیٹا وزیر سلطنت تھا۔ خواجہ غیاث الدین کو شیخ شہاب الدین سہروردی کی نسل مین داخل ہونے کا شرف حاصل تھا جنکا سلسلہ نسب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے۔

ممتاز محل

ارجمند بانو بیگم عرف ممتاز محل اسی بیگم کے بطن سے پیدا ہوئی۔ جو نہایت درجہ قابل حسین۔ اور روشن دماغ عورت تھی۔ جہانگیر بادشاہ نے اُسکو شاہجہان کے ساتھ جب اُسکی عمر پندرہ سال کی ہوئی منسوب کردیا اور چار برس بعد جب اُسکا سن اُنیس سال کا ہوا۔ ۹ ربیع الاول ۱۰۲۱؁ھ مین شادی کردی۔ بیاہ شادی کے تمام مراسم اعتماد الدولہ کے گھر مین ادا کیے گئے۔ بادشاہ خود اِس بزم مین شریک تھا۔ اور اُسنے اپنے ہاتھونسے ایک بیش قیمت ہار دولھا کے عمامے مین باندھا۔ اور پانچ لاکھ روپیے کا مہر قرار پایا۔

اگرچہ اِس سے پہلے شاہجہان کی شادی شاہ اسمٰعیل صفوی بادشاہ فارس کی پروتی سے ہوچکی تھی۔ اور اِسکے بعد بھی شاہجہان نے اپنے اسلاف کی طرح اور متعدد شادیان کی تھین۔ لیکن بیگمات مین جو عزت و توقیر ممتاز محل کی تھی وہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ ممتاز محل کے ساتھ شاہجہان کو اِسقدر عشق تھا کہ وہ اُسکی مفارقت کبھی نہین گوارا کرسکتا تھا۔ لڑائیونکے موقع پر بھی ممتاز محل اُسکے ساتھ ساتھ ہوا کرتی تھی۔ اور خوفناک حالتونمین اُسکو بہت عمدہ رائین دیا کرتی تھی چنانچہ شاہجہان نے اِس صائب الرائے بیگم کے مشورون سے بڑی بڑی مہمین نہایت آسانی کے ساتھ سر کرلین۔

یہ بیگم رحمدلی مین خصوصیت کے ساتھ مشہور رہوئی۔ ہزارون مجرمونکو جو سزائے موت کے سزاوار تھے اُسنے بچادیا۔ اور بیشمار محتاجون کو مالدار بنادیا۔ غربا کی لڑکیان جنکی بوجہ افلاس کے شادی نہین ہوسکتی تھی۔ اُسنے

اپنے صرف سے اُنکی شادیان کرادین۔

ولادت جہان آرا بیگم

ممتاز محل کے بطن سے جہان آرا بیگم المعروف بہ بیگم صاحبہ یوم شنبہ ۲۱ صفر ۱۰۲۳ھ مین جن دنون شاہجہان میواڑ کی مہم سرکرنے مین مصروف تھا پیدا ہوئی۔ اور یہی ممتاز محل کی پہلی اولاد ہے جو زندہ رہی۔

ممتاز محل کی وفات

ممتاز محل نے اپنی آخری اولاد گوہر آرا بیگم کی ولادت پر رحلت کی اسکی وفات کا عبرت انگیز قصہ مورخین نے اسطرح پر بیان کیا ہی کہ ۱۷ ذیقعدہ سنہ ۱۰۴۰ھ کو ارجمند بانو بیگم درد زہ مین مبتلا ہوئی اور دوسرے روز نصف شب کو لڑکی پیدا ہوئی لیکن بوجہ کسی اندرونی بے ترتیبی کے دفعتہً اُسکی حالت نوع دگر ہوگئی۔ اُسنے زندگی سے مایوس ہوکے اپنی پیاری بیٹی جہان آرا بیگم کے ذریعے سے بادشاہ کو طلب کیا۔ بادشاہ فوراً اپنی مرنیوالی بیگم کے پاس پہونچا۔ ممتاز محل نے بادشاہ کی آمد کی آہٹ پاکر آنکھین کھولین۔ اور بادشاہ کو نہایت حسرت کی نگاہ سے دیکھا۔ بادشاہ بھی اپنی پیاری بیگم کا یہ حال زار دیکھکر ضبط گریہ نہ کرسکا۔ ممتاز محل نے اسموقع پر اپنے والدین اور اولاد کے لیے بادشاہ کو وصیت کی۔ اور جبکہ اُسکی نظر اپنی زندگی بھر کے جان نثار رفیق کے رُخ روشن پر جمی ہوئی تھی روح نے پرواز کی۔ اسوقت اُسکی عمر ۳۹ سال ۴ مہینے کی تھی۔ بے بادل خان نے تاریخ وفات لکھی ؎

جائے ممتاز محل جنّت باد

بادشاہ کو اس سانحہ سے جو رنج پہونچا وہ بیان نہین ہوسکتا عرصہ تک

سیاہ پوش رہا۔ اور ایک مدت تک اُسنے تمام لذائذ دُنیا کو ترک کر دیا تھا اور اکثر کہا کرتا تھا کہ اگر مجکو خوفِ خدا نہ ہوتا تو مین سلطنت چھوڑ کر درویشی اختیار کر لیتا۔ اور ملک کو اپنے بیٹون مین تقسیم کر دیتا۔ مدتون تک عیدوں کے موقعون پر یا جب بیگم مرحومہ کے کمرے مین اُسکا گذر ہوتا تو وہ پھوٹ پھوٹکر روتا تھا۔ بادشاہ نے بیگم صاحبہ کا یہانتک سوگ کیا کہ اُسکے تمام بال تھوڑے ہی دنون مین سفید ہو گئے۔

ممتاز محل کی لاش چھ مہینے تک سپرد امانت رہی۔ اور ۱۷ جمادی الاول سنہ ۱۰۴۱ کو بہ معیت شاہزادہ محمد شجاع، ستی النسا خانم، وجہان آرا بیگم دار الخلافت آگرہ کو منتقل کی گئی۔ برہانپور سے آگرہ تک غربا اور مساکین مین بے شمار روپئے۔ اور مختلف کھانے تقسیم کیے گئے۔ بیگم مرحومہ کی لاش ۵ جمادی الثانی سنہ ۱۰۴۱ کو اپنی اصلی جگہ پر دفن کی گئی۔ اُسکی قبر پر بیس پچیس برس کے عرصے مین شاہجہان نے وہ عمارت بنوائی جو دُنیا مین آپ اپنی نظیر ہے۔

شاہجہان نے اس بیمثل عمارت کی تعمیر مین اپنی بیحد محبت کا ثبوت دیدیا۔ اور اسمین کوئی شک نہین کہ دُنیا مین یہی ایک مقبرہ ہے جسکی زیارت کے لیے ہزارون کوس سے مختلف مذاہب اور مختلف ملک کے سیاح روز اکبرآباد آتے ہین۔ اور اپنے اپنے وطن مین پہونچکر اس شرف کو اپنے لیے سرمایۂ افتخار سمجھتے ہین۔

ممتاز محل نے حسب ذیل اولاد چھوڑی۔

(۱) جہان آرا بیگم - المعروف بہ بیگم صاحبہ - ولادت سنہ ۱۰۲۳ھ

(۲) دارا شکوہ - ولادت سنہ ۱۰۲۴ھ

(۳) محمد شجاع - ولادت سنہ ۱۰۲۵ھ

(۴) روشن آرا بیگم - دوم رمضان سنہ ۱۰۲۶ھ

(۵) محی الدین اورنگ زیب عالمگیر غازی بادشاہ ہند - ولادت سنہ ۱۰۲۷ھ

(۶) مراد بخش - ولادت سنہ ۱۰۳۳ھ

(۷) گوہر آرا بیگم - ولادت سنہ ۱۰۳۹ھ

شاہجہان کو اپنی بڑی بیٹی جہان آرا بیگم کے ساتھ بہ نسبت اور اولاد کے بہت زیادہ محبت تھی۔ ممتاز محل کی وفات کے بعد اُسکے تمام زر و جواہرات جنکی قیمت ایک کڑور روپیہ سے زیادہ تھی اُسنے نصف بیگم صاحبہ کو عطا کیا - اور باقی نصف اپنی اور اولاد مین تقسیم کر دیا۔ بیگم مرحومہ کے تمام اسباب اور ملازمین جہان آرا بیگم کو سپرد کیے گئے - اور میرزا اسحاق بیگ یزدی جو مرحومہ کے میر سامان تھے بیگم صاحبہ کے دیوان مقرر ہوے - اور ستی النسا خانم لتمام خانگی انتظام کی مالک و ذمہ دار بدستور رہی -

ارجمند بانو بیگم زیورِ علم و فضل سے آراستہ تھی۔ شعر و سخن مین بھی اُسکو بہت دخل تھا۔ ایک مرتبہ شاہجہان جمنا کے کنارے تفریح طبع کی غرض سے بیٹھا ہوا تھا - اور قدرت کے دلکش منظر کی سیر کر رہا تھا۔ اِس موقع پر بیگم مذکور بھی وہان جلوہ گر تھی۔ شاہجہان نے دریا کی موجون کیطرف اشارہ کر کے ممتاز محل سے کہا ع

آب از برائے دیدنت می آید از فرسنگہا

ممتاز محل نے برجستہ جواب دیا

از ہیبتِ شاہِ جہان سر می زند بر سنگہا

جہان آرا بیگم کی تعلیم

اہل نظر خوب جانتے ہین کہ تعلیم جسپر اصلاح فہم و دانش موقوف ہے اور جو ہماری مختلف دماغی قوتون کو حقیقت اشیا کے ادراک مین اعانت کرتی ہے۔ وہ صرف کتابون ہی کے پڑھنے پر منحصر نہین ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق یورپ کے ایک مشہور مصنف ڈاکٹر نیومَین نے اپنی ایک مقبول عام کتاب مین بہت بسیط بحث کی ہے۔ اور نہایت عمدہ پیرایہ مین ثابت کیا ہے کہ تحصیل علم اور بہت طریقون سے بھی ممکن ہے۔ اور اُسنے اُن تمام طریقون کو نہایت توضیح کے ساتھ لکھا ہے۔

اسمین کوئی شبہہ نہین کہ حصول معلومات کی جو مختلف صورتین ہین اُنمین سے سفر اور صحبتِ اہل کمال۔ اِسکے بہت قوی ذریعے ہین۔ اور اسمین کوئی شک نہین کہ ایک طالب علمانہ سفر یا ایک علمی جلسہ سیکڑون کتابونکی سیر کے برابر ہے۔

قدیم طرز تعلیم

قدیم زمانے مین۔ اسوقت کیطرح نہ تو بڑے بڑے کالج تھے۔ اور نہ کوئی باقاعدہ یونیورسٹی تھی۔ بلکہ عموماً لوگ پرائیوٹ طور پر اپنے گھرون ہی مین اپنی اولاد کو تعلیم دلواتے تھے اِسیکے ساتھ ارباب کمال کی صحبت کو بہت

قوی ذریعہ تعلیم سمجھتے تھے۔ جہان آرا بیگم نے بھی حسب دستور زمانہ اپنے گھر ہی مین تعلیم پائی تھی۔ لیکن جس چیز نے اُسکے ذخیرہ معلومات مین قابل قدر اضافہ کیا وہ سیر و سیاحت اور اہل کمال کی صحبت ہے۔

ہمنے اس سے پیشتر جہان آرا بیگم کے نانہالی خاندان کا کچھ اجمالی حال لکھا ہے۔ اُس سے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ کس خانوادۂ کمال کی ہونہار لڑکی تھی۔ ظاہر ہے کہ جس خاندان مین ایسے ایسے اہل علم اور روشن دماغ ہون اُسکا ایک علم دوست ممبر کیا کچھ ہو سکتا ہے۔ جہان آرا بیگم نے ممتاز محل دیوانجی بیگم۔ اور نور جہان بیگم کی آنکھین دیکھی تھین اور مدتون تک اُن سے فیض صحبت حاصل کیا تھا۔ اسی کے ساتھ پایۂ تخت کے اکثر ارباب کمال کے علم و ہنر سے ضرور کچھ نہ کچھ مستفید ہوتی رہی۔

ستی النسا خانم

جہان آرا بیگم کو خوش قسمتی سے ایسی اُستانی ملی جو انتخاب روزگار تھی۔ اُسکی اُستادی کا شرف صدر النسا خانم عرف* ستی النسا خانم کو حاصل ہوا جو اُسکی مادر مشفقہ ممتاز محل کی قدیم جان نثار تھی۔ ستی النسا خانم کے رُتبے کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ مشہور طالب آملی کی ہمشیرہ تھی۔ اس شاعر کی جہانگیر بہت قدر کرتا تھا۔ اور ۱۰۲۸ھ مین اُسکو ملک الشعرا کے خطاب سے بھی سرفراز کیا۔ طالب× آملی نے اپنی یادگار مین ایک دیوان چھوڑا ہے جسمین چودہ ہزار شعر ہین۔ اور ہر ایک دل پر تیر و نشتر کا کام کرتا ہے ستی النسا خانم کا شوہر نصیرا تھا۔ جو مشہور شاعر حکیم رُکنا کاشی کا بھائی تھا حکیم رُکنا

* شاہجہان نامہ   آثر الامرا   × مصباح التواریخ

شاہ عباس والی ایران کے دربار مین رتبہ بلند رکھتا تھا۔ وہ کسی وجہ سے بادشاہ سے
ناراض ہوگیا۔ اور یہ شعر لکھکر ہندوستان کو روانہ ہوا۔ ؎

گر فلک یک صبحدم با من گران باشد سرش
شام بیرون میروم چون آفتاب از کشورش

حکیم رُکنا جب وارد ہند ہوا تو اُسوقت اکبر اعظم تخت ہند پر جلوہ گر تھا۔ اُسنے حکیم
رُکنا کی نہایت درجہ قدر کی۔ آخر عمر مین رُکنا اپنے وطن مالوفہ کو واپس گیا اور وہین
پر انتقال کیا۔

حاصل یہ کہ ستی النسا خانم کو ایک علمی خاندان سے تعلق تھا۔ اور خود بھی
اعلیٰ درجے کی قابلیت رکھتی تھی۔ زباندانی۔ ادب شناسی۔ اور علم طب مین اُسکو
وہ کمال حاصل تھا کہ اپنا نظیر نہین رکھتی تھی۔ اِسی وجہ سے ممتاز محل اُسکو نہایت
وقعت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ اور کبھی اُسکی مفارقت گوارا نہین کرتی تھی۔
اُسکو ستی النسا خانم پر اسقدر اعتماد تھا کہ مہرداری کی خدمت بھی اُسی کے
سپرد کردی تھی۔

ستی النسا خانم نے ۱۰۵۶ھ مین بمقام لاہور انتقال کیا۔ بادشاہ کو اِس
سانحہ سے بہت افسوس ہوا۔ بیماری کی حالت مین بھی خود اُسکی عیادت کو
گیا تھا۔ دس ہزار روپیے تجہیز و تکفین اور تیس ہزار روپیے اُسکے مقبرے کی
تعمیر کے لیے (جو روضہ تاج گنج مین ہے) منظور کیے۔

حاصل یہ کہ یہ بہت فاضل اور علمی خاندان کی بیگم تھی۔ جہان آرا بیگم نے

*۔ شاہجہان نامہ۔

مدتون تک زانوے تلمذ اسکے آگے تہ کیا۔ اور ایک مدت تک اس خرمن علم کی خوشہ چین رہی۔ ستی النسا خانم نے جہان آرا کو پہلے کلام مجید پڑھایا۔ اسکے بعد فارسی علم قرأت۔ اور نظم و نثر مین کامل بنا دیا۔ اسکے علاوہ اور جن علوم مین اُسکو دستگاہ تھی۔ جہان آرا کو پڑھا دیے۔

کتب بینی

جہان آرا نے اسکے سوا بعض اور علم کے چمنون کی گلچینی کی تھی۔ اسی کے ساتھ اُسکو کتب بینی کا نہایت درجہ شوق تھا۔ اکثر اوقات اُسکے کتب بینی کے لیے وقف تھے۔ اور وہ بہت سے علوم سے شوق رکھتی تھی۔ لیکن سب سے زیادہ اُسکو علم تاریخ سے نہایت درجہ دلچسپی تھی خصوصاً بزرگان قدیم۔ اور ارباب فقر کے حالات کے ساتھ تو اُسکو کمال درجہ شغف تھا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتی ہے "این ضعیفۂ راجیہ بعد از اداے فرض و واجبات و تلاوت قرآن مجید ہیچ امرے شریف تراز ذکر حالات و مقامات اولیاے کرام قدس اللہ اروا حہم نمی داند۔ بنابران خلاصۂ اوقات خود را بمطالعہ کتب و رسائلے کہ مشتمل بر احوال سعادت مآل بزرگان دین و اکابر صاحب یقین ست صرف می نماید"

بحث مباحثہ اور علمی صحبتون سے (جو علم و ہنر کی جان ہین) اُسکو بیحد شوق تھا۔ ان دونون باتون نے اُسکی نظر مین بہت وسعت پیدا کر دی تھی شاہنشاہ شاہجہان سے بھی اکثر علمی مباحثے کیا کرتی تھی۔

ایک مرتبہ شاہجہان نے بیان کیا کہ حضرت خواجہ صاحب سید نہ تھے جہان آرا نے اسکی تردید کی اور اُنکی سیادت کی دلیلین پیش کین۔ اور

دونون مین دیر تک بحث رہی لیکن کوئی بات طے نہ ہوئی۔ آخر ایک روز شاہجہان اکبرنامہ پڑھ رہا تھا جسمین علامۂ ابوالفضل نے خواجہ صاحب کے کچھ حالات لکھے ہین۔ اور اُنکی سیادت کا بھی ذکر کیا ہے۔ شاہجہان چونکہ ابوالفضل کا حد درجہ معتقد تھا۔ اُسنے خواجہ صاحب کی سیادت تسلیم کرلی۔

تالیف وتصنیف

جہان آرا بیگم کو تالیف وتصنیف کا بھی بہت شوق تھا۔ اُسکی کتاب مونس الارواح نہایت مشہور ہے۔ اِسکے قبول عام کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اُسکے مختلف تراجم ملک مین شائع ہین۔ یہ کتاب ضخامت مین چار جزو سے زیادہ ہے۔ اِس مین جہان آرا نے زیادہ تر حضرت خواجہ صاحب کے حالات لکھے ہین۔ جنکے ساتھ اُسکو کمال عقیدت تھی۔ چنانچہ سبب تالیف مین لکھتی ہے۔ "کمال اخلاص وعقیدتمندی این فقیرہ را برآن داشت کہ مختصرے از احوال حضرت پیر دستگیر وخلفاے بزرگ آنحضرت را یروح اللہ ارواحہم تحریر نماید والحمد للہ والمنہ کہ بتوفیقات خداے علیم وقدیر وبعنایات حضرت پیر دستگیر برین مطلب خود فائز گردید"

یہ کتاب جہان آرا نے ۱۰۴۹ھ مین تصنیف کی تھی۔ اُس زمانے مین اُسکی عمر ۲۶ سال کی تھی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عین شباب مین بھی اُسکو زہد وتقویٰ سے شغف تھا۔

اِس کتاب مین جہان آرا نے حضرت خواجہ صاحب کی سوانح زندگی

نہایت بسط کے ساتھ لکھے ہین۔ اور اُنکے اقوال و ملفوظات نقل کیے ہین بعض مورخین کا یہ قول کہ حضرت خواجہ صاحب کے اولاد نہ تھی جہان آرا کی تحقیق مین خلاف اصل ہے۔ اس مسئلے پر اُسنے نہایت محققانہ بحث کی ہے۔ اسی طرح پر حضرت خواجہ صاحب کے خاندان وغیرہ کے متعلق حالات لکھنے مین اُسنے نہایت تدقیق کے ساتھ کام لیا ہے۔

یہ کتاب صرف خواجہ صاحب ہی کے حالات مین محدود نہین ہی بلکہ اُنکے نامور خلفاء یعنے شیخ حمید الدین ناگوری۔ شیخ فرید الدین المعروف بہ گنج شکر۔ شیخ نظام الدین محمدؒ بدایونی و نصیر الدین محمود اودھی وغیرہ کے حالات زندگی بہت قابلیت کے ساتھ لکھے ہین۔ اور ہر ایک کی کرامات جو زیادہ تر زمانہ قدیم مین معیار تقدس سمجھی جاتی تھین نہایت بسط کے ساتھ درج کتاب کی ہین۔

اس کتاب کی تصنیف مین جہان آرا نے بہت مستند کتابون سے مدد لی ہے۔ اور اونکے جا بجا حوالے بھی دیے ہین۔ چنانچہ خاتمہ مین لکھتی ہے "واحوال این بزرگان را کہ مقربان درگاہ صمدیت اند۔ از کتب و رسائل معتبرہ باحتیاط تمام بیرون آوردہ بقید تحریر آوردہ شد و بہ اعتقاد این ضعیفہ انچہ درین رسالہ ثبت گردیدہ صحت تمام دارد۔

اسمین شک نہین ہے کہ یہ کتاب قدیم اصول تصنیف کے لحاظ سے نہایت قابلیت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ جو امور ایک بزرگ کی حیات کے لیے ہونا چاہئین وہ سب اُسمین درج ہین۔ اور ترتیب وغیرہ کے

لحاظ سے آج جدید مذاق کے لوگ بھی اسکو بہت زیادہ پسند کرینگے۔

اس کتاب مین بہت سے مفید امور ہین جسکی طالب کمال کو ضرورت پڑتی ہے۔ جا بجا بزرگان قدیم کے بے بہا نصائح نقل کیے ہین بعض بعض جگہ تصوف کے دقیق رموز بتلائے ہین۔ اور اُن کو اس پیرایہ مین ادا کیا ہے کہ فصاحت و بلاغت اُسپر سو جان سے نثار ہے۔

جہان آرا کی انشاپردازی کا نمونہ۔

ایک جگہ لکھتی ہے۔ حق تعالیٰ را چون شہبان طلب نہ کنی۔ و ترک طلب چون معطلان نگیری او در مکانے نیست تا آن مکان را لازم گیری۔ آیندہ نیست تا بہ دعا و زاری بخوائی و دور نیست تا نزدیک او شوی۔ گم شدہ نیست تا بجوی۔ زمانی نیست تا منتظر زمان باشی۔ اینہمہ نفی طلب ست پس اثبات کدام ست آنکہ نفی خود و نفی اوصاف خود کنی۔ تا از صفات کثریت بگذری و از جملہ صفات ملکیت کنارہ گیری۔ و از جملہ اشیا مجرد و منفرد آئی۔ طلب آن نیست کہ اثبات او کنی۔ طلب آن نیست کہ او را بجوے طلب آن ست کہ ترک خود بگوی۔ تو آئینہ صاف کن چو صاف شد عکس ضروری ست۔

پھر لکھتی ہے۔ اول مرتبہ سلوک چشت آنکہ از کونین برائے مقصود حقیقت آنکہ تو نمائی۔ راہی در پیش نہادہ اند۔ ہم باریک وہم کوتاہ و درین تاریکی برائے تو ماہتابے از مطلع غایت طالع کردہ اند۔ برخیز برخیز و بشتاب و این ماہتاب را غنیمت دار و این عمر کوتاہ را گذشتہ انگار۔ و خود را از بزرگان بشمار و اگر مردی مرد میدان جانی ست ہر آئینہ نجواہد رفتن ٭ اندر غم عشق تو رود اولیٰ است

کہین کہین اس کتاب مین اپنی معلومات کے موافق تاریخی نکات بھی لکھے ہین۔

چنانچہ اجمیر کی وجہ تسمیہ کے متعلق لکھتی ہے۔
وجہ تسمیہ اجمیر آن ست کہ آجا نام راجہ بود کہ تا حد و دغزنین در تصرف داشت و آجا بزبان ہندی کوہ را می گویند و اول دیوارے کہ بر سرِ کوہ در ہندوستان بنیاد نہادہ اند ہمین دیوار ہاے بالاے کوہ اجمیر ست۔ و اول حوضے کہ در ولایت ہندوستان کندہ اند پشکر ست کہ از اجمیر چار کروہ راہ بود۔
اس کتاب مین مصنفہ نے جابجا عربی جملے بھی لکھے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عربی مین بھی اچھی دستگاہ رکھتی تھی۔ حاصل یہ کہ یہ کتاب نہایت قابلیت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ اسکی عبارت نہایت سلیس ہے۔ جس مضمون کو لیا ہے نہایت خوبی کے ساتھ اُسپر بحث کی ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے بھی یہ کتاب قابل تعریف ہو۔
اس کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ جہان آرا بہت بڑی انشاپرداز تھی۔ مضامین کی ترتیب۔ عبارت کی سلاست۔ الفاظ کی تلاش و نشست سے صاف عیان ہے کہ وہ ملک فصاحت پر بھی قبضہ رکھتی تھی۔

شعر و سخن

جہان آرا بیگم صرف نثار ہی نہین تھی۔ بلکہ نظم مین بھی رتبہ کمال رکھتی تھی۔ اور یہ سب کچھ ستی النسا خانم کے فیض صحبت کا اثر تھا جسکے گھر کی شاعری لونڈی تھی۔ جہان آرا بیگم کو ہمیشہ شوقِ سخن رہا۔ مونس الارواح مین جابجا شعر نقل کرتی ہے۔ ابتدا مین تو بالالتزام خدا و رسول۔ چارون خلفاے راشدین۔ اور حضرت خواجہ صاحب ہر ایک کی مدح مین اشعار لکھے ہین۔

چنانچہ آغاز کتاب مین حمدِ خدا وہ اشعار ذیل سے شروع کرتی ہے۔

آنجا کہ کمال کبریاے تو بود — عالم نمے از بحر عطاے تو بود

ما را چہ حدِ حمد و ثناے تو بود — ہم حمد و ثناے تو سزاے تو بود

دیگر

اے بصفت بیان ما ہمہ ہیچ — ہمہ آن تو آن ما ہمہ ہیچ

ہرچہ بیسند خیال ما ہمہ ہیچ — ہرچہ گوید زبان ما ہمہ ہیچ

ما بکنہ حقیقتت نرسیم — اے یقین و گمان ما ہمہ ہیچ

اشعار بالا ہمنے صرف بطور نمونہ کے یہان نقل کیے ہین۔ ان اشعار سے ناظرین جو صحیح مذاق سخن رکھتے ہین ٹھیک اندازہ کر سکتے ہین کہ جہان آرا کو فن سخنوری مین کیا رتبہ حاصل تھا اور قادر الکلامی اور بلاغت مین وہ کیا پایہ رکھتی تھی۔

افسوس ہے کہ باوجود کمال تلاش کے ہمکو اُسکا دیوان نہین ملا۔ منشی سیل چند مصنف تاریخ آگرہ نے جہان آرا کے اُس مرثیہ کی جو اُسنے باپ کی وفات کے موقع پر فی البدیہ کہا تھا بہت تعریف لکھی ہے اور جسکے صرف تین شعر اپنی کتاب میں لکھے ہین ہم انکو یہان بجنسہ نقل کرتے ہین

ای آفتاب من کہ شدی غائب از نظر — آیا شب فراق ترا ہم بود سحر؟

ای بادشاہ عالم و ای قبلۂ جہان — بکشای چشم رحمت و بر حال من نگر

تا لم چنین زغصہ و با دم بود بدست — سوزم چو شمع در غم و دود دم رود زسر

سوشیل اور اخلاقی حالات

جہان آرا بیگم خاندان مغلیہ مین بلحاظ سیرت اور صورت کے ایک بینظیر بیگم گذری ہے۔ خداوند عالم نے اُسکو ظاہری اور باطنی کم وبیش تمام خوبیان ودیعت کی تھین۔ دولت کمال کیطرح، ملک حُسن وجمال بھی اُسکے زیر نگین تھا وہ نہایت درجہ حسین اور پری پیکر تھی۔ تمام مورخین اُسکے حُسن وخوبی کے مدح سرا ہین۔ ڈاکٹر برنیر اور ٹیورنیر جو بغرض سیر وسیاحت عہد شاہجہان مین وارد ہند ہوے تھے، باوجودیکہ ہندوستانی حُسن یورپین مذاق کے بہت مخالف ہے لیکن جہان آرا بیگم کے حُسن وجمال پر وہ بھی عش عش ہین۔ اور اپنے سفرنامے مین اُسکا باربار ذکر کرتے ہین ؎

حسن و جمال

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ
ھو المسک ما کررتہ یتضوع

روشن آرا بیگم اُس زمانہ مین حسن وجمال مین مشہور تھی۔ لیکن ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامے مین لکھتا ہے کہ گو روشن آرا بیگم اُسکی چھوٹی بہن نہایت درجہ خوبصورت ہے۔ لیکن جہان آرا بیگم کا حُسن وجمال اُس سے کہین زیادہ ہے

غرض جہان آرا بیگم کو خدا نے حسن لاجواب عطا کیا تھا۔ اور اسی طرحپر حُسن سیرت مین بھی وہ آپ اپنی نظیر تھی۔ یہ اُسکی اخلاقی ہی خوبیان تھین جنھون نے شاہجہان کو حد درجہ اپنا گرویدہ کرلیا تھا۔ اور بے شبہہ اسی وجہ سے

بادشاہ اپنی اولاد مین سب سے زیادہ جہان آرا بیگم سے محبت رکھتا تھا۔

شاہجہان نے اپنی پیاری بیٹی کو بہت بڑی جاگیر عطا کی تھی۔ پہلے اُسکی جاگیر چھ لاکھ کی تھی۔ ممتاز محل کی وفات کے بعد اُسمین چار لاکھ کا اور اضافہ ہوا یعنے دس لاکھ روپیے[۵۱] اُسکو سالانہ ملتے تھے۔ اِسکے علاوہ جو انعام واکرام جہان آرا بیگم کو ادنے ادنے تقریبون مین حاصل ہوتے تھے اُنکی کوئی حد نہین۔ جہان آرا بیگم کی جاگیر مین بھی شاہجہان نے وہ خطے عنایت کیے تھے جو ہند مین بہت زیادہ زرخیز تھے۔ ملک سورت جو نہایت شاداب صوبہ ہے شاہجہان نے بیگم صاحبہ کو بطور جاگیر کے عطا کیا تھا۔ اُسوقت سورت کی سالانہ آمدنی سات لاکھ پچاس ہزار روپئے کی تھی۔ اِسی کے ساتھ اُسکو بندرگاہ سورت بھی دیدیا تھا جسمین ہمیشہ مختلف ممالک کے تاجرون کی آمدورفت رہا کرتی تھی۔ اور اِس سبب سے اُسکے محاصل مین پانچ لاکھ سے کچھ زیادہ روپئے آتے تھے۔ اِسکے علاوہ اعظمگڈھ۔ انبالہ وغیرہ زرخیز مقامات بھی شامل جاگیر تھے۔

جہان آرا کا محل

جہان آرا بیگم کی جلوہ گاہ[۵۲] شاہجہان کے محل سے بالکل متصل تعمیر کی گئی تھی۔ کیونکہ بادشاہ کو کسی حالت مین اُسکی دوری گوارا نہین ہوسکتی تھی بیگم صاحبہ کا دلکش اور عالیشان مکان آرامگاہ سے ملا ہوا تھا۔ اور نہایت دلفریب نقش ونگار سے مزین تھا۔ اُسکے درودیوار پر اعلےٰ درجے کی پچکاری

۵۱ شاہجہان نامہ۔ دارکیو کیچنکل مسٹری آف انڈیا۔

۵۲ شاہجہان نامہ۔ مصنفہ شمس العلما مولوی ذکاءاللہ۔

کی ہوئی تھی۔ اور جا بجا گران بہا جواہرات نہایت خوبصورتی کے ساتھ جڑے ہوے تھے۔ اُسکے صحن کے بنگلے مین جو ساحل جمن پر واقع تھا دو حجرے تھے اور وہ نہایت درجہ نقش و نگار سے آراستہ تھے۔ یہ عمارت سہ منزلہ تھی۔ اور اُسپر سونے کا بالکل کام کیا ہوا تھا۔

جہان آرا بیگم کی معاشرت اور بود و باش کا طریق پہلے بالکل شاہانہ تھا۔ اُسکی سواری[ا] بڑی شان و شوکت سے نکلتی تھی۔ وہ اکثر چوڈول پر نکلا کرتی تھی۔ جو تخت روان کے مشابہ ہوتا تھا۔ اور اُسکو کہار اُٹھاتے تھے۔ اُسکے ہر طرف روغن کاری کا کام بنا ہوا ہوتا تھا۔ اور اُسپر ریشمی اور دلکش گھٹا ٹوپ پڑے ہوتے تھے۔ اور اُنمین زری کی جھالرین اور خوبصورت پھُندنے ٹکے ہوتے تھے جنکی وجہ سے اُسکی زینت دُگنا بڑھجاتی تھی۔

جلوس سواری

بعض وقت جہان آرا بیگم ایک بلند اور خوبصورت ہاتھی پر سوار ہوکر نکلتی تھی۔ لیکن پردہ کی وہ سخت پابند تھی۔ وہ اکثر تفریح طبع کے لیے بڑی شان و شوکت سے سیر باغ کو جاتی تھی۔ اُسکے علاوہ اُسنے شاہجہان کے ساتھ متعدد بار دکن پنجاب۔ کشمیر اور کابل کی سیر کی۔ لیکن ہر حالت مین اور ہر موقع پر اُسنے پردے کا پورے طور پر خیال کیا۔ اور یہ کچھ اِسی پر موقوف نہین۔ بلکہ خاندان مغلیہ کی تمام بیگمات حد درجہ پردہ نشین تھین۔ چنانچہ برنیر لکھتا ہے "محال ہے کہ کوئی اِن بیگمات کے نزدیک جا سکے۔ اور قریب قریب ناممکن کے ہے کہ وہ انسان کو نظر آسکین۔ وائے برحال اُس سوار کے جو اتفاق سے

[ا] سفرنامہ ڈاکٹر برنیر وغیرہ۔

اِن بیگمات کی سواری کے نزدیک جانکلے۔کیونکہ وہ شخص کیساہی ذی رتبہ
کیون نہ ہو۔خواجہ سراؤن اور خواصون وغیرہ کے ہاتھ سے پٹے بغیر نہین رہ سکتا
یہ لوگ ایسے موقع پر بڑے شوق سے اُسکی خوب ہی گت بناتی ہین[1]

شرم وحیا

جہان آرا کی خصوصیات مین پردہ داری اور شرم وحیا اس درجہ تھی
کہ اسکی نظیر جنس اناث مین تاریخ سے نہین ملسکتی۔ وہ فطرتًا انتہا درجہ حیا دار
تھی۔چنانچہ اسکے ثبوت مین ہم ایک واقعے کو بطور نمونہ کے پیش کرتے ہین
جو یقینًا ہمارے دعوے کی کافی دلیل ہے۔ ۱۶۴۴ء مین جشن کے موقع پر
اُسکے کپڑے مین آگ لگ گئی۔چونکہ اُس موقع کے قریب تمام عمائد سلطنت
موجود تھے۔اُسنے ذرا بھی شور وغل نہ کیا۔اُسکو اُسوقت یہ خوف غالب تھا
کہ عمائد اُسکا شور وغل سُنکر بیتابانہ اندر نہ چلے آئین اور اُسکو اس حالت مین
دیکھ لین۔اس ڈر سے وہ اپنی جان پر کھیل کے سرعت کے ساتھ آگے بڑھی
اور زنانے کمرے مین پہونچتے ہی زمین پر بیہوش گر پڑی۔ اس قصے کو ہم
تفصیل کے ساتھ آیندہ لکھین گے۔

رحمدلی

جہان آرا بیگم نہایت درجہ رحمدل تھی۔ہر ایک کے درد وغم مین شریک
حال ہوجاتی تھی۔اور بنی نوع انسان کو مصائب مین دیکھنا گوارا نہین کرسکتی
تھی۔سلطنت کے بڑے بڑے عہدہ دارون کا قصور معاف کرانا اور شاہی
عتاب سے سب کو بچانا اسی کا کام تھا۔اسکے عوض مین وہ کسی قسم کا معاوضہ
لینا نہین پسند کرتی تھی۔

ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے کہ اس شاہزادی نے اپنے کثیر المقدار شاہی علوفون

[1] شاید یہ اپنی بیتی گا رہے ہیں۔ محمود الحسن۔۱۲

اور وظیفون سے جو اُسکے لیے مقرر تھے۔ اور اُن بیش بہا پیشکشون سے جو چارون طرف سے بطور نذر اور شکرانے کے اُن بے شمار معاملات کے عوض مین اُسکے لیے آتے تھے جو اُسکی راے پر انتظام اور انصرام پاتے تھے بہت کچھ دولت جمع کر لی تھی"

میرے خیال مین ڈاکٹر برنیر کا یہ الزام بالکل بے اصل ہے ہمکو اسکی تائید مین تاریخ سے کوئی بات نہین ملی جسکی بنا پر ہم اس قسم کا قیاس کر سکتے۔ اصل یہ ہے کہ جہان آرا فطرتاً اپنی مادر مرحومہ کی طرح نہایت درجہ رحمدل تھی اور لوگونکی مشکل آسان کرنے مین اُسکے قلب کو راحت پہونچتی تھی اور اس سے حصول ثواب کے سوا اُسکو اور کچھ منظور نہ تھا۔ اتنی بڑی تقوے پرست اور دولتمند بیگم پر جسکی مٹھی مین شاہجہان سے بادشاہ کا دل ہو۔ رشوت ستانی۔ اور حرص وہوس کا الزام لگانا خلاف اصل ہونے کے ساتھ خلاف عقل بھی ہے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ اُسکو مال وزر کی ایسی کیا احتیاج تھی کہ وہ اپنے سرشت وشعار کے خلاف ایسا کام کرتی جو اُسکے زہد وورع کے بھی بالکل منافی تھا۔

جہان آرا بیگم کو جوش ہمدردی اسقدر تھا کہ سفارش کرنےمین بعض وقت شاہی غیظ وغضب کو بھی خاطر مین نہین لاتی تھی۔

چنانچہ ایک مرتبہ بادشاہ نے محمد امین متصدی۔ بندرگاہ سورت کے ظلم وتعدی کی شکایت سُنی۔ فوراً اُسکو جاگیر اور منصب سے برطرف کر دیا۔

۱؎ حیات صالح۔

اور گرز بردار مقرر کرکے اُسکو دارالخلافت مین طلب کیا۔ اور حکم دیا کہ سر دیوان اُسکی آستین مین سانپ چھوڑ دین۔ وکلا نے ہرچند کوشش کی۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بندر سورت بیگم صاحبہ کی جاگیر مین تھا۔ آخر متصدیون نے بیگم صاحبہ سے بادشاہ کے نام ایک سفارشی رقعہ حاصل کیا۔ بادشاہ نے اُس رقعہ کو دیکھتے ہی فوراً اُسکے قید کا حکم دیدیا اور محل مین غضبناک داخل ہوکر بیگم صاحبہ سے کہا کہ بیشک بندر سورت نورچشم کے اقطاع مین ہے۔ لیکن تو میری لائق بیٹی ہوکر باوجود اِس بدنامی کے اِس ناپاک کی سفارش پر کیسے آمادہ ہوگئی؟ اِسنے تشخیص مال مین ایسی سختی کی ہے کہ مفلس رعایا نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچونکو عیسائیون کے ہاتھ فروخت کردیا ہے۔ سورت ایک ایسا مقام ہے جہان ہفت اقلیم کے آدمیون کی آمد و رفت رہا کرتی ہے۔ جب مختلف بادشاہون کو یہ خبر پہونچیگی تو ہماری کسقدر بدنامی ہوگی۔ اور خدا کی ناراضی تو اِسکے علاوہ ہے۔ بیگم شرمندہ ہوئی۔ اور سفارش سے باز رہی۔

جہان آرا بیگم جود و سخا مین بھی اپنے اسلاف کے قدم بہ قدم تھی۔ اُسکی دریا دلی کے اکثر کارنامے صفحات تاریخ بتاتے ہین۔ علما۔ صلحا۔ اور ارباب کمال خصوصیت کے ساتھ اُسکے مال و زر سے متمتع ہوتے تھے۔ اہل سخن کے انعام و اکرام مین تو وہ ہمیشہ بہت کچھ صرف کرتی تھی۔ چنانچہ اُسکی چند مثالین ہم یہان[1] پیش کرتے ہین۔

حاجی محمد خان قدوسی نے جہان آرا کے جلجانے کے موقع پر ایک

[1] مفتاح التواریخ مصنفہ ٹی ڈبلو بیل صاحب۔

پرزور قصیدہ لکھکر اُسکی خدمت مین پیش کیا تھا۔ بیگمصاحبہ نے اُسکے ایک شعر کو پسند کیا اور اُسکے صلے مین پانچہزار روپئے عطا کیے۔ وہ شعر یہ ہے۔

ناسزدہ از شمع چنین بے ادبی
پروانہ ز عشق شمع را سوختہ است

ایک مرتبہ جہان آرا تفریحاً سیر باغ کو جاتی تھی۔ اُس زمانے مین ایک میر صیدی طہرانی بہت موزون طبع آدمی تھا۔ اور فی البدیہ شعرگوئی مین بہت کمال رکھتا تھا۔ اُسوقت وہ اپنے کوٹھے پر بیٹھا ہوا تھا جو بالکل سرراہ تھا۔ جب بیگمصاحبہ کی سواری سامنے سے نکلی تو شاعر مذکور نے بآواز بلند یہ شعر پڑھا۔

برقع برخ افگندہ برو ناز بہ باغش
تا نکہت گل بیختہ آید بہ دماغش

جہان آرا بیگم یہ سُنکر بہت خوش ہوئی اور شاعر مذکور کو پانچسو روپئے بطور انعام کے دیے۔

مرزا محمد علی ماہر بھی اُس زمانہ میں ایک ممتاز شاعر تھا۔ اُس نے ایک مختصر مثنوی جہان آرا بیگم کی تعریف مین لکھی۔ اور بذریعہ عنایت خان کے بیگمصاحبہ کی نظر انور سے گذرانی۔ بیگمصاحبہ کو اُس مثنوی کا صرف ایک شعر پسند آیا۔ جسکے صلے مین اُسنے شاعر مذکور کو پانچسو روپیہ کا انعام دیا۔ شعر یہ ہے۔

بذاتِ او صفاتِ کردگار است
کہ خود پنہان و فیضش آشکار است

بیگمصاحبہ کا چال چلن

جہان آرا بیگم کے اخلاق اور چال چلن پر جس پہلو سے نظر کیجائے قابل تعریف ہی۔ تمام مورخین اُسکو فرشتہ سیرت کا خطاب دیتے ہین۔ اور اُسکے خلق و فطرت کے مدح سرا ہین لیکن ہمارے ڈاکٹر برنیر صاحب نے سب کے خلاف اُس پاکباز بیگم پر طرح طرح کے بے اصل و خلاف عقل اتہام لگا کر اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کیا ہے۔ چونکہ ہماری اِس کتاب کا موضوع اُن غلط الزامات کا رفع کرنا ہے۔ اسوجہ سے ہم اِس موقع پر اُسکے بے اصل قصونکی اُسیکے الفاظ مین نقل کرکے یہان تردید کرتے ہین۔ تاکہ ناظرین کو پوری طور پر اندازہ ہوسکے کہ وہ کہان تک صحیح ہین۔

ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے۔ "اگرچہ[1] بیگمصاحبہ محل مین حسب معمول محصور رہتی تھی اور محل کی مستورات کیطرح اُسکی بھی نگہبانی ہوتی تھی۔ مگر کسی مخفی طور پر اُسکے پاس ایک نوجوان کی آمد و رفت ہوگئی۔ جو اگرچہ کوئی خاندانی آدمی نہ تھا۔ مگر حسین بہت تھا۔ لیکن اُسکی کسی حرکت کا اُسکے ہم جنس اور ہر وقت کے محافظون سے مخفی رہنا ممکن نہ تھا۔ اور جبکہ یہ عورتین بیگمصاحبہ کے رشک و حسد سے پہلے ہی جل رہی تھین۔ تو یہ راز کسیطرح نہ کھل جاتا۔ الغرض شاہجہان بھی بیگمصاحبہ کی خطا و لغزش سے واقف ہوگیا۔ اور یہ ارادہ کرکے کہ خلاف

[1] سفرنامۂ ڈاکٹر برنیر۔

معمول محل مین جاکر اِس ماجرے کو دریافت کرنا چاہیے۔ ناگہان وہان چلا گیا اب چونکہ بیگمصاحبہ کو بادشاہ کے آنے کی خبر جلد نہ ملسکی کہ اُس شخص کو کسی مناسب جگہہ پر چھپا سکے۔ اِسلیے اُس خوف زدہ عاشق نوجوان کو حمام کی ایک بڑی دیگ مین چھپنا پڑا۔ اِس امر کے ملاحظے سے بادشاہ کے چہرے پر نہ تو کچھ تعجب ہی کے آثار ظاہر ہوے اور نہ کچھ غصہ و ناخوشی ہی معلوم ہوئی بلکہ بیٹی سے معمولی باتین کرتا رہا۔ لیکن کسی قدر بات چیت کے بعد کہا "کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمنے آج حسب معمول غسل نہین کیا۔ حمام کرنا چاہیے۔ اور خواجہ سراؤن کو حکم دیا کہ دیگ کے تلے آگ جلائین اور جبتک کہ اُنھون نے یہ نہ جتلا دیا کہ وہ قسمت کا مارا کشتۂ رقابت جلکر خاک ہوگیا ہے وہان سے نہ ہلا"

ایک اور جگہہ پر وہ لکھتا ہے "کہ شاہجہان کی بڑی بیٹی بیگمصاحبہ بیحد حسین خوش اندام اور باپ کی نہایت ہی پیاری تھی۔ ایسے غیر طبعی میلان کے افواہ کی نسبت اشارہ کرنا ایک نامطبوع واقعہ ہے۔ کہتے ہین کہ عذر بیگنا ہی و برائت جسپر شاہجہان کے دل کو اِس معاملے مین اطمینان دیا گیا تھا وہ یہ ہی کہ بادشاہ کو اُس درخت کے میوے سے متمتع ہونا جسکو اُسنے خود لگایا ہے جائز اور درست ہے۔

ڈاکٹر برنیر کی اِس تحریر کو بوجوہ ذیل مین خلاف اصل سمجھتا ہون۔

(۱) یہ کہ اِن واقعات کو کسی اور مورخ نے برنیر کے سوا نہین لکھا۔ یہ صرف برنیر ہے جو اِس پاک طینت بیگم کے دامنِ عصمت پر دھبا لگاتا ہے۔ بخلاف اِسکے تمام مورخین اُسکی عفت اور پاکدامنی کی تعریف کرتے ہین۔ اِسلیے

اصول تاریخ کے موافق ایک شخص کی روایت سیکڑون کے مقابل کسیطرح
قابل اعتبار نہین ہوسکتی۔
(۲) ڈاکٹر برنیر کے سفرنامے سے صاف ظاہر ہے کہ وہ حد درجہ مرض حسدو
تعصب مین مبتلا تھا۔ سلطنت مغلیہ کی ہرخوبی کو وہ عیب کی صورت مین
ظاہر کرتا ہے۔ اور ہرایک بات پر کچھ نہ کچھ نکتہ چینی ضرور کرتا ہے۔
(۳) اُسنے اِس قصے کو ایک پرتگال کی بڑھیا سے سُنا ہے۔ بہت ممکن ہے
کہ اُسکو بیگمصاحبہ سے کچھ رنج پہونچا ہو۔ اور وہ بھی برنیر کیطرح مرض حسدو
تعصب مین مبتلا رہی ہو۔ علاوہ برین برنیر اِس روایت کو افواہی قرار دیتا ہے
(۴) برنیر خود معترف ہے کہ محل کی عورتین بیگمصاحبہ سے بہت کچھ حسد و
بغض رکھتی تھین۔ اِس بنا پر ایسے لوگونکی روایت کا ماننا اصول درایت
کے خلاف ہے۔
(۵) شاہجہان بہت خدا پرست آدمی تھا۔ اور اُسکی بیٹی بھی زہد و ورع مین
اُسوقت ضرب المثل تھی۔ شاہجہان کا جہان آرا کے ساتھ ایسا ناجائز تعلق
رکھنا آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔ یہ وہ الزام ہے جو زمین مین
سما سکتا ہے نہ آسمان مین حقیقت یہ ہے کہ برنیر کی اِنھین بے اصل روایتون
نے اِسکی کتاب کو بالکل لوگونکی نظر سے گرا دیا ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ظرفہ یہ کہ برنیر لکھتا ہے کہ علمار نے بھی اِس امر کی شاہجہان کو اجازت دیدی تھی
شاباش۔ ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔

(۶) خود مسٹر ٹیورنیر نے بھی اس روایت کی تردید کی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ زہد و تقوے جہان آرا بیگم کی غالب خصوصیت ہو اور اُسکو اطاعت خدا اور رسول مین حد درجہ استغراق تھا۔ عین شباب مین بھی اُسکا وقت زیادہ تر صوم وصلوٰۃ مین گزرتا تھا۔ ڈاکٹر برنیر کا اُسپر یہ محض اتہام ہے اور کتاب مونس الارواح جسکو اُسنے عین شباب مین لکھا ہے۔ اُسکا حرف حرف روایات برنیر کی تردید کرتا ہے۔

بیل صاحب کی شہادت

مسٹر ٹی۔ ڈبلیو۔ بیل صاحب لکھتے ہین کہ "جہان آرا بیگم عورتون کی تاریخی دُنیا مین بلحاظ عصمت وحیا کے بے مثل شاہزادی گذری ہے۔ جو تمام کتب تواریخ اور ملکی راگون مین ایک نامور بذلہ سنج۔ خوش اخلاق۔ فاضل اور خوبصورت بیگم مشہور ہے۔ جہان آرا کا نام ہمیشہ صفحات تاریخ کو آراستہ رکھے گا۔ اور وہ قیامت تک اطاعت والدین اور ادائے فرض منصبی مین ضرب المثل رہیگی"

جہان آرا بیگم کی شادی

جہان آرا بیگم نے مثل اکثر بیگمات تیموریہ کے تجرد کی زندگی بسر کی۔ اور اُسکی عمر بھر شادی نہین ہوئی۔ یہ کچھ بیگصاحبہ ہی پر موقوف نہین بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ خاندان مغلیہ کی اکثر لڑکیون کی کبھی شادی نہین ہوئی۔ اسکی وجہ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے کہ لڑکیون کی شادی سلاطین ہند کے آئین کے بالکل خلاف ہے۔ اور وہ اس رسم کو جاری رکھنا پسند نہین کرتے۔ ڈاکٹر برنیر نے آگے چلکر اُسکی دو وجہین لکھی ہین۔ اور وہ قرین قیاس بھی ہین۔ اول یہ کہ سلاطین ہند

اپنی شاہزادیون کی شادی کے لیے ایسے شخص کو تلاش کرتے تھے جو جاہ و ثروت اور حسب و نسب مین اُنکا مدمقابل ہوتا تھا۔ لیکن ظاہر ہے کہ ہند مین ایسے شخص کا ملنا نہایت دشوار اور بعض وقت محال تھا۔ اسوجہ سے اکثر شاہزادیون کی شادی نہ ہوسکی۔ صرف اُنھین لڑکیون کی شادی ہوئی جنکے لیے خاندان مین کوئی شخص مناسب ملگیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شاہان مغل کو اپنے اقربا سے ہمیشہ اندیشہ لگا رہتا تھا۔ اور یہ خوف بے اصل بھی نہین تھا کیونکہ اُنکے عزیزون مین سے اگر کبھی کسی کو عروج ہوگیا تو بس وہ ہوا اسکو فوراً بغاوت کرنے پر مجبور کردیتی تھی۔ چنانچہ شاہان مغلیہ کے زمانے مین اکثر اور آئے دن ایسے فتنے اُٹھا کرتے تھے۔ اور اُنکے فرو کرنے مین اُنکا بہت وقت عزیز ضائع ہوتا تھا۔ زیادہ تر اِن بغاوتون کے بانی وہی لوگ ہوے ہین جو شاہی خاندان سے کوئی رشتہ رکھتے تھے۔ سلاطین مغلیہ اِنھین وجوہ سے اپنی لڑکیون کی شادی کرنے مین بہت تامل کرتے تھے۔ اور جہان آرا کی بھی شادی اِنھین وجوہ کی بنیاد پر نہو سکی۔

جہان آرا کی شادی کے متعلق ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے :۔ "جس زمانے مین دارا شکوہ کی علانیہ طور سے اُسنے طرفداری کی تھی اور اُسکے دل پر اُسکی رفاقت اور امداد کا نقش بخوبی جم گیا تھا۔ اکثر لوگون کا خیال [۱] ہے کہ اُسنے اُسکے عوض مین بیگم صاحبہ سے وعدہ کرلیا تھا کہ وہ اپنی تخت نشینی کے بعد اُسکو نکاح کرلینے کی اجازت دیدیگا۔ اِسلیے ممکن تھا کہ دارا شکوہ اپنی فتحیابی پر جہان آرا کہ

[۱] سفرنامۂ ڈاکٹر برنیر۔

شادی کر لینے کی اجازت دیدیتا لیکن اُسکی بدقسمتی سے داراشکوہ کو شکست فاش ہوئی۔ اور وہ کچھ دنون کے بعد قتل بھی کردیا گیا۔

ڈاکٹر برنیر نے اپنے سفرنامے مین بیگمصاحبہ کی شادی کے متعلق ایک اور جگہہ یہ ذکر کیا ہے کہ بیگمصاحبہ نے اپنی خانسامانی کے عہدہ کے واسطے نظیرخان نامی ایک ایرانی نوجوان کو جو مشہور صاحب جمال۔ دانشمند۔ شجاع اور صاحب حوصلہ امیر تھا۔ اور جسکو تمام اہل دربار عزیز رکھتے تھے پسند فرمایا چونکہ اورنگزیب کا ماموں شایستہ خان بھی اُسکو بہت معقول آدمی سمجھتا تھا۔ اسلیے اُسنے اس جان جوکھون مین پڑنے کی جرأت کرکے بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ یہ شخص اس قابل ہے کہ بیگمصاحبہ کا عقد اس سے کردیا جائے۔ مگر شایستہ خان کی اس تجویز کو شاہجہان نے ناپسند کیا۔ اور چونکہ وہ پہلے ہی سے کھٹکا ہوا تھا کہ اُسکے اور شاہزادی کے باہم کسی قسم کا ناجائز تعلق ہے۔ اس سے اُسکا یقین اور پختہ ہوگیا۔ اور یہ سُنتے ہی اُسکے درپے قتل ہوا۔ فوراً اظہار شفقت کے پیرایہ مین ایک پان کا بیڑا دربار عام مین اپنے ہاتھ سے عنایت کیا۔ اُسنے نہایت فخر کے ساتھ اُسکو لیکر مُنہ مین ڈال لیا۔ اور چبانے لگا۔ اسکا ذرا بھی خیال نہ کیا کہ اس ہنس مُکھ بادشاہ نے مجکو زہر دیا ہے۔ بلکہ اس خیال باطل مین کہ غالباً بادشاہ کی نظر الطاف سے میرے لیے روزافزون ترقیان ہونے والی ہین۔ خوش خوش دربار سے رخصت ہوکر اپنی پالکی مین سوار ہوا۔ مگر زہر کی تیزی نے اُسکو گھر پہونچنے سے پیشتر ہی خدا کے گھر پہونچا دیا۔

ڈاکٹر برنیر کی یہ روایت بالکل بے اصل ہے اور اُسکے اس قسم کے

پوچ اور لچر افسانوں کی پورے طور پر ہمنے معقول پیرایہ مین تردید کی ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہین۔

حاصل یہ کہ بیگمصاحبہ کی عمر بھر شادی نہین ہوئی اور میری تحقیق مین جہان آرا نے کبھی شادی کرنیکی خواہش بھی نہین کی۔ اسکے متعلق برنیر نے جو کچھ لکھا ہے بالکل بے اصل ہے۔ جہان آرا بیگم خلقی طور پر ایک خدا پرست عورت تھی۔ اور عبادت خدا کے سوا اُسکو کچھ شوق نہ تھا۔ مونس الارواح سے جسکو اُسنے عین شباب مین لکھا ہے صاف ظاہر ہے کہ تصوف اور درویشی اُسکے رگ و پے مین سرایت کر گئی تھی۔ ریاضت اور وظائف اُسکے اصلی اشغال تھے گو نکاح سُنت اسلام ہے۔ لیکن اپنی عبادت کے سامنے اُسنے اسکو بہت چھوٹی چیز سمجھا۔ اور وہ لذات اُخروی مین ایسی غرق تھی کہ اُسنے لذات دنیا کو بہت حقیر جانا غالباً یہی وجوہ ہین جنکی بنا پر اُسنے نکاح سے قطعی انکار کیا ہوگا۔ مگر اسی کے ساتھ جہان آرا بیگم گو نکاح سے متنفر رہی۔ لیکن اُسکو اولاد کا شوق ضرور تھا چنانچہ جب اُسنے دیکھا کہ ہین اس نعمت عظمٰے کی خوشی سے محروم رہی جاتی ہون تو جہان زیب بانو بیگم اپنے بھائی داراشکوہ کی ستم رسیدہ بیٹی کو متبنےٰ کر لیا۔ اور عمر بھر اُسکو بجاے اولاد کے رکھا۔ اس برتاؤ مین جہان آرا کو زیادہ تر ہمدردی اور اُس مظلومہ کی پرورش مدنظر تھی۔

جہان زیب بانو بیگم

جہان زیب بانو بیگم نہایت درجہ حسین اور ماہ پیکر شاہزادی تھی۔ داراشکوہ کے قتل کے بعد وہ جب محلسرا مین آئی۔ تو شاہجہان اور بیگمصاحبہ نے اُسکی بڑی دلدہی اور غمخواری کی۔ اور دونون اِس سے حد درجہ محبت رکھتے تھے

آخر بیگمصاحبہ نے اُسے اپنی بیٹی بناکر متبنیٰ کیا۔ جہان زیب بانو بیگم جب عالم شباب کو پہونچی تو عالمگیر بادشاہ کی یہ خواہش ہوئی کہ اُسکے ساتھ شاہزادہ محمد اعظم کی شادی کردیجائے۔ لیکن شاہجہان اور بیگمصاحبہ دونون نے جو اُسکے اصلی سرپرست تھے اسکی بڑے زورون کے ساتھ مخالفت کی اور صاف لفظون مین کہا کہ یہ کبھی نہین ہوسکتا۔ خود ستم رسیدہ جہان زیب بانو یہ خبر سُنکر بولی کہ مین اُس ظالم کے لڑکے سے کبھی اپنی شادی کرنا پسند نہین کرتی جسنے میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ لیکن بادشاہ وقت کی مخالفت کہانتک چلسکتی تھی۔ اورنگزیب کی پیہم کوششون کا یہ نتیجہ ہوا کہ جہان آرا آخر راضی ہوگئی۔ اور جہان زیب بانو نے طوعًا وکرہًا اِس امر کو قبول کرلیا۔

جہان زیب بانو کی شادی

یہ شادی ۱۰۷۹ھ؁ مین واقع ہوئی۔ عمدۃ الملک جعفر خان نے ایک لاکھ ساٹھ ہزار کی ساچق پہونچائی۔ ۲۷ رجب کو روز جشن تھا۔ اور ۱۰ شعبان کو بادشاہ نے دیوانِ خاص مین ایک نہایت دھوم دھام سے دربار کیا جسمین تمام ممتاز اور معزز لوگ شریک تھے۔ عالمگیر نے شاہزادے کو گران بہا خلعت چارشتر نر دس اسپ عربی وایرانی اور دو فیل جنکے سازوسامان طلائی تھے۔ اور ایک شمشیر مرصع قیمتی بست ہزار اور سرپیچ قیمتی ساٹھ ہزار روپیہ عنایت کیے اسی کے ساتھ بارہ لاکھ روپئے نقد بھی دیے۔

بزم شادی بیگمصاحبہ کے دولتخانہ پر منعقد ہوئی۔ اور مراسم شادی نہایت دھوم دھام کے ساتھ وہین ادا کیے گئے۔ بیگمصاحبہ نے اِس تقریب مین

لہ عالمگیرنامہ۔

اعلےٰ درجہ کا انتظام کیا تھا۔ پانچ گھڑی رات گئے شاہزادہ محمد اعظم اپنے شاہنشاہ باپ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ عالمگیر شاہزادہ کو لیکر مسجد مین گیا۔ جہان پر تمام معزز امرا اور ارکین سلطنت موجود تھے۔ مسجد نہایت اعلےٰ درجے کے زیب و زینت کے سامانون سے سجائی گئی تھی۔ حسب الحکم بادشاہ قاضی القضاۃ عبدالوہاب نے نکاح پڑھایا۔ اسکے بعد جلسہ عقد برخاست ہوا۔ اور بادشاہ شاہزادے کے ساتھ جہان آرا کی دولتسرا پر گیا اور اُسکے جلو مین تمام امرا جو پانصدی تک منصب دار تھے ساتھ گئے۔ بیگمصاحبہ نے نہایت دریادلی سے کام لیا۔ اور حق ضیافت پوری طور پر ادا کیا۔ صبح کو جہان آرا بیگم نوشہ کے محل کو نہایت شان و شوکت کے ساتھ گئی۔ اور وہان بڑی دھوم دھام کے ساتھ بزم شادی منعقد کی۔ اِس موقع پر روشنی وغیرہ کا انتظام قابل دید تھا۔ ۱۷ شعبان کو بادشاہ نے دولتسرائے شاہزادہ کو رونق افروز کیا۔ قلعہ سے محلسرا تک نہایت بیش قیمت کپڑے بطور پا انداز کے بچھائے گئے۔ شاہزادہ کو بہت گران بہا خلعت ملا۔ اور اُسنے بھی بیش قیمت جواہرات اور بے بہا پارچے نذر کیے۔ جنکی لاگت پانچ لاکھ روپے کی تھی۔

جہان آرا نے اِس شادی مین اپنی مشہور فیاضی سے کام لیا۔ اور بہت روپے صرف کیے۔ اور ہر شخص اِسکے انتظام کا مداح تھا۔ اِسمین شک نہین کہ یہ بیگم نہایت درجہ منتظم تھی بھی۔ داراشکوہ کی شادی کے موقع پر بھی تمام انتظام اِسی نے کیے تھے۔ جسکی تعریف بعض مورخین نے لکھی ہے۔ اِس تقریب مین جہان آرا نے سولہ لاکھ روپیے اپنی جیب خاص سے صرف کیے تھے۔

سات ربیع الاول ۱۰۸۰ھ مین جہان زیب بانو بیگم کے بطن سے ایک بیٹا پیدا ہوا۔ جو بیدار بخت کے نام سے مشہور ہوا۔ بادشاہ نے اُسکو ایک کلاہ قیمتی دو ہزار روپیہ اور ایک سمرنی قیمتی ساٹھ ہزار روپیہ عنایت کی۔

نہم جمادی الاول کو ۱۰۸۱ھ مین اس بیگم کے ایک دوسرا بیٹا پیدا ہوا جسکا نام سکندر شان رکھا گیا۔ بادشاہ نے شاہزادے کو گران بہا خلعت اور سلطان محمد اعظم کو مالاے مروارید عطا کیا۔ اور جہان زیب بانو بیگم کو بھی دس ہزار روپے عنایت کیے۔ لیکن افسوس ہے کہ ۱۰۸۱ھ مین اس بچے نے اپنے والدین کو ہمیشہ کے لیے داغ فراق دیا۔ ؎

پھول تو دو دن بہار جان فزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچون پہ ہے جو بن کھلے مُرجھا گئے

جہان[۱] زیب بانو بیگم نہایت دلیر اور بہادر عورت تھی۔ اس خاص صفت مین خاندان مغلیہ کی کوئی بیگم اُسکی ہمسری نہین کر سکتی۔ یہ بیگم محمد اعظم شاہ کے ساتھ اکثر لڑائیون کے موقعون پر ہمراہ رہا کرتی تھی۔ نازک حالتون مین اپنی فوج کو بھی مدد دینے مین اُسکو کچھ دریغ نہین ہوتا تھا چنانچہ ۱۰۹۵ھ مین شاہزادہ محمد اعظم کی فوج کا سرداران بیجاپور نے کئی ہزار سوارون سے سخت محاصرہ کیا شاہی فوج کی حالت اُسوقت ناگفتہ بہ تھی۔ متواتر فاقون کی وجہ سے لشکریون کے جسم پر پوست اور استخوان کے سوا کچھ نہ تھا۔ اور وہ اسقدر نزار تھے کہ فوج بیجاپور کا مقابلہ نہین کر سکتے تھے۔ اس مہم مین جہان زیب بانو بھی ہمراہ فوج تھی۔ اور ایک بلند ہاتھی پر سوار تھی۔ اپنی فوج کی یہ حالت دیکھکر ضبط

[۱] خافی خان۔

نہ کر سکی۔ اور فوراً تیراندازی شروع کردی۔ اسطرحپر اس بہادر عورت نے غنیم کے لشکر کے بہت سے آدمیون کو ہلاک کرڈالا۔ اسی کے ساتھ امراجو بد دل ہورہے تھے جہان زیب بانو اُنکو ڈھارس بھی دلاتی جاتی تھی۔

جہان[1] زیب بانو کے مرض الموت کا واقعہ مورخین نے یون لکھا ہے کہ بیگم مذکور کے داہنے پستان کی جڑ مین ایک دانہ نمودار ہوا۔ فوراً علاج کیطرف کافی توجہ مبذول کی گئی لیکن اُس سے کچھ فائدہ نہین ہوا۔ بلکہ اُس دانہ کی ضخامت اور سوزش مین روزافزون ترقی ہوتی گئی آخر موسی مارٹن نامی ایک ڈاکٹر طلب کیا گیا۔ اُسنے عرض کیا کہ میرے رشتہ دارون مین ایک مس ڈاکٹر دارالخلافت مین موجود ہے۔ اگر وہ بُلالی جائے تو علاج جلد اور بہت معقول ہوگا۔ کیونکہ اُسکے ذریعے سے مین بھی بیگمصاحبہ کے حالات مزاج سے آسانی کے ساتھ مطلع ہوسکون گا۔ چنانچہ کچھ دنون بعد وہ مس حسب طلب بادشاہ کے ہان پہونچ گئی۔ بیگمصاحبہ نے اپنے کوکہ کے ذریعے سے اُسکی عمر دریافت کی۔ اور یہ بھی پوچھا کہ وہ شراب پیتی ہے کہ نہین۔ کوکہ نے دریافت کرکے بیگم سے کہا کہ اُسکی عمر تقریباً چالیس سال کی ہے اور وہ شراب کا بھی شوق رکھتی ہے۔ بیگم نے کہا کہ مجھے اس مرض سے جو روزافزون ترقی پر ہے کچھ امید صحت نہین ہے۔ اس لیے مین اس امر کو کسی طرح گوارا نہین کرسکتی کہ میرے آخر وقت مین ایک فاسقہ کا ہاتھ میرے جسم کو مس کرے۔ بادشاہ نے اِسکے خلاف بہت کوشش کی لیکن بیگم نے اُسکی ایک بات نہ سُنی۔

مرض الموت

[1] عالمگیرنامہ۔

جہان زیب بانو بیگم کے مرض الموت نے دو سال تک طول کھینچا۔
آخر ۸ ذیقعدہ کو بیگمصاحبہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
یہ حادثہ حیدرآباد مین واقع ہوا۔ بیگم کی لاش وہان سے دہلی کو منتقل کی گئی
اور خواجہ قطب الدین محمد بختیار کے مقبرے کے نزدیک دفن کی گئی۔

انتقال نعش تقسیم خیرات۔ اور تجہیز وتکفین مین دو لاکھ روپے صرف
ہوے۔ بادشاہ کو اِس سانحہ سے حد درجہ صدمہ پہونچا اور اُسنے رقص وسرود
جسکے ساتھ اُسکو عہد شباب سے عشق تھا قطعی ترک کردیا۔

جہان آرا بیگم کی علالت

جہان آرا بیگم کی علالت جسکے تفصیلی حالات لکھنے کا ہمنے ابھی وعدہ کیا ہے۔ عہد شاہجہان کا ایک ایسا واقعہ ہے جسکو تمام مورخین نے اپنی کتابون مین نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔ اسلیے بہ حیثیت مورخ کے ہمپر بھی اُسکی توضیح واجب ہے۔ اِن حالات سے آسانی کے ساتھ یہ اندازہ ہوسکے گا کہ بیگمصاحبہ کی ذات عہد شاہجہان مین کسقدر رفیع تھی۔ اور بادشاہ کے دل مین اُسکی کسقدر محبت تھی۔ علاوہ برین اِس سے اُس زمانے کے بعض اور دلچسپ واقعات پر جو اُس وقت کی تاریخ سے تعلق رکھتے ہین۔ کافی روشنی پڑے گی۔

بیگمصاحبہ کے جلنے کا واقعہ

۱۰۵۳ھ مین ۲۷ محرم کو جہان آرا کی سالگرہ کا جشن تھا۔ وہ بادشاہ کے پاس سے اپنی خوابگاہ کو جارہی تھی۔ اتفاق سے اُسکے کپڑے مین جو عطر جہانگیری سے مسم تھا شمع کے ذریعے سے آگ لگ گئی۔ اور تمام لباس جلنے لگا۔ بیگم نے حیا سے ذرا بھی شور و غل نہین کیا۔ اور دوڑ کر زنانے کمرے مین پہونچی۔ اور غش ہوگئی۔ دو چار لونڈیان یہ حالت دیکھکر اُس شمع حسن پر پروانہ کیطرح گر پڑین۔ اور آگ بجھانے لگین۔ لیکن اُنکی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُنمین سے دو لونڈیان جل گئین۔ بیگمصاحبہ کے بھی ہاتھ اور دونون شانے جل گئے۔ فرط الفت سے بادشاہ کو اِس سانحہ سے جو رنج پہونچا وہ بیان نہین ہوسکتا

کیونکہ بیگمصاحبہ کی صحت پر اُسکی تندرستی موقوف تھی۔ایام علالت مین اُسنے ہزارون لاکھون روپیے خیرات کر دیے۔اور بہت سے قیدی رہا کر دیے۔ اور اسیکے ساتھ سات لاکھ روپیے اُنھین تقسیم کرائے۔

جس روز یہ سانحہ وقوع مین آیا۔بادشاہ دولتسرا سے باہر نہین نکلا دوسرے روز عام تشویش کی وجہ سے دیوان خاص وعام مین تھوڑی دیر کے لیے جلوہ گر ہوا۔رنج کی یہ حالت تھی کہ ہوش وہواس مختل تھے۔چارماہ تک بادشاہ نے سلطنت کا کوئی کام نہین کیا۔اور نہ شدت الم سے اُسکا دماغ ہی اس قابل تھا کہ وہ اُس سے امور سلطنت مین کام لے سکتا۔اس عرصے مین دو پہر تک سجادہ پر بیٹھکر نہایت خضوع وخشوع کے ساتھ وہ شافی مطلق سے اپنی پیاری بیٹی کی تندرستی کے لیے دُعائین مانگتا تھا۔بادشاہ نے اس موقع پر یہ مّنت مانی تھی کہ جہان آرا کی صحت پر مین پانچ لاکھ روپیے خیرات کرونگا۔اور اسی کے ساتھ اپنے اسلاف کیطرح حضرت خواجہ رح کے روضۂ مبارک کی زیارت کا بھی عہد کر لیا تھا۔اس سانحہ کے پہلے تین روز تک اُسنے برابر پانچہزار روپیے روزانہ تقسیم کیے۔اور دوسرے ماہ مین حکم دیا کہ روز خزانۂ عامرہ سے ہزار روپیے خیرات کیے جائین۔علاوہ برین وظائف وغیرہ کی تعداد اور بھی بڑھا دی تھی۔

اس واقعے سے پہلے موسوی خان صدر کی غفلت کی وجہ سے مدد معاش ایسے لوگون کو ملگئی تھی جو کسی طرحسے اُسکا استحقاق نہین رکھتے تھے۔اسوجہ سے بہت سے مفلوک الحال اپنے حقوق سے محروم رہ گئے۔

اُن غریبون کے لیے آہِ پر درد کے سوا اور کوئی ذریعہ بھی پیغام رسانی کا نہین تھا۔ اِس سانحہ کے موقع پر بادشاہ کو خیال ہوا کہ انھین دل جلون کی آہِ گرم نے میرے لختِ جگر کے دامن مین آگ لگائی ہے۔ ؎

بترس از آہ مظلومان کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

بادشاہ نے آخر بہت سخت احکام جاری کیے جس سے غربا اپنے حق کو پہونچے۔

بیگمصاحبہ کا علاج

بادشاہ نے بیگمصاحبہ کے علاج کا بہت معقول انتظام کیا۔ اور اُس زمانے کے مشہور اطبا کو اِس کام پر مامور کیا۔ سب سے پہلے حکیم محمد داؤد کا علاج شروع ہوا جو شاہ عباس فرمانروائے ایران کا خاص طبیب تھا۔ اُسکے علاج سے کچھ معتد بہ فائدہ نہ ہوا۔ لیکن شاہجہان نے از راہ قدر دانی اُسکو خلعت اور بیس ہزار روپیے عطا کیے۔ اور مزید بران منصب ہزار و پانصدی ذات و دو صدی سوار سے سرفراز کیا۔

بعض[1] مورخین نے لکھا ہے کہ بادشاہ نے دکن سے ڈاکٹر بوسٹن نامی ایک انگریز کو جہاز کے ذریعے سے طلب کیا تھا۔ اور اُسنے بیگمصاحبہ کا علاج کیا۔ جس سے اُسکو شفائے کامل حاصل ہوئی۔ بادشاہ نے اُسکے صلہ مین ایک فرمان نافذ کیا کہ انگریزون کی کمپنی کو ہر جگہ تجارت کی کوٹھی بنانے کا اجازت ہے۔ اور کسی عہدہ دار سلطنت کو اختیار نہین ہر کہ کچھ اُنسے مزاحمت کرے۔

[1] مفتاح التواریخ۔

اصل یہ ہے کہ بیگمصاحبہ کو عارف جراح کے مرہم سے شفا ہوئی ممکن ہو کہ شاہجہان نے ڈاکٹر بوسٹن کو علاج کے لیے طلب کیا ہو۔ لیکن اور مستند مورخین نے کچھ اُسکا ذکر نہین کیا ہے۔

بادشاہ نے بیگمصاحبہ کی صحت کے تین جشن کیے۔ اول جشن اثر صحت کا تھا۔ دوسرا جشن امید صحت کا کیا جسمین تمام صلحا۔ علما۔ اور امراے سلطنت مدعو تھے۔ اور ہر ایک سیر چشم بادشاہ کی فیاضی سے مستفید ہو کر اپنے گھرون کو واپس گئے۔

جشن صحت

تیسرا جشن بادشاہ نے بیگمصاحبہ کے غسل صحت کا کیا۔ اور یہ بڑے دھوم دھام کے ساتھ ہوا۔ دیوان عام کے سامنے یہ بزم منعقد ہوئی۔ جہان نہایت بیش قیمت خیمے نصب کیے گئے۔ شامیانون کی رسیان۔ اور تمام سازوسامان چاندی اور سونے کے تھے۔ زیب وزینت کے لیے اُنمین نہایت گران بہا جواہرات جڑے گئے۔ اور مختلف ملکون کے بیش قیمت قالین بچھائے گئے۔ وسط مین ایک مرصع تخت رکھا گیا جسمین گوہر بے بہا اور جواہر گران بہا لگے ہوے تھے۔ شامیانون کے ستون بھی جڑاؤ تھے۔ تخت شاہی کے دونون طرف جسمین خرگاہ تھے۔ جنکے غلاف مخمل اور زردوزی کے تھے۔ اور اُسکے اندر نادر پردے اور تصویرین آویزان کی گئی تھین۔ اِن خوبصورت تصویرون کو روم وچین کے صناعون نے تیار کیا تھا۔ اِس موقع پر شاہجہان نے تخت شاہی پر نہایت شان وشوکت کے ساتھ جلوس کیا۔ اردگرد جو شاہزادے استادہ تھے اُنکو بیٹھنے کا حکم دیا۔ چوبدار عصاے مرصع لیکر کھڑے ہوے

آدمیون کی صفین درست کرنے مین مشغول تھے۔ زرین کرسیون پر جابجا مشک واذفرجلتا تھا۔ ایک طرف دلربا مغنیون کی دلکش آوازون سے آسمان گونج رہا تھا۔ ایوان بزم کے سامنے سیکڑون کوہ پیکر گھوڑے جنکے سازوسامان سونے اور زربفت کے تھے ایک عجیب انداز سے کھڑے ہوے تھے ؎

بستند بروزگار آئین | شد انجمن این بہار آئین
شد بخت چو مغز عقل ہوشیار | برخاست جہان بخت بیدار

غسل صحت کے وقت بادشاہ نے ہزار مہرا ور پانچہزار روپیہ غربا مین تقسیم کیے عارف[ل] جراح سونے سے تولا گیا۔ اور اُسکو ساٹھ ہزار روپیہ خلعت۔ گھوڑے اور ہاتھی بھی مرحمت ہوے۔ ملکۂ جہان آرا بیگم بادشاہ کے پاس کورنش کو حاضر ہوئی۔ شاہجہان نے نہایت خلوص کے ساتھ شافی مطلق کا شکریہ کیا۔ اور گران بہا جواہر۔ لعل۔ یاقوت۔ زمرد۔ اور مرصع زیور بیگمصاحبہ پر نچھاور کیے۔ آٹھ روز تک برابر یہ جشن رہا۔ اور ہر روز اُسی قدر صرف نثار مین صرف ہوتا تھا۔

انعام واکرام

دو ہزار روپیے کے طلائی پھول روز نچھاور کے لیے تیار کیے جاتے تھے۔ بادشاہ ہر روز بیگمصاحبہ کو بیش بہا جواہرات اور مرصع آلات عنایت کرتا تھا۔ پہلے روز اُسنے ایک سو بتیس گوہر شاہوار دست بند کے لیے عطا کیے جسکی قیمت پانچ لاکھ روپئے کی تھی۔ دوسرے روز ایک بیش بہا موتیون کی سربندی عنایت کی جسمین ایک بیش قیمت ٹکڑا الماس کا جڑا

ل شاہجہان نامہ وغیرہ۔

ہوا تھا۔ اُسکی بھی قیمت ایک لاکھ روپیے کی تھی۔ اِس موقع پر بادشاہ نے جہان آرا بیگم کو سورت بطور جاگیر کے عطا کیا۔

یہ شاہی جود وسخا بیگصاحبہ ہی کی ذات تک محدود نہ تھی بلکہ اُسکے ساتھ اور شاہزادیون اور بیگمون کو جواہرات۔ مرصع زیورات۔ خلعت۔ اور گھوڑے ہاتھی انعام مین دیے جنکی قیمت دس لاکھ روپیے کی تھی۔ غرض بادشاہ نے اِس خوشی مین بیس لاکھ روپیے صرف انعام کی مد مین صرف کر دیے اور آٹھ روز تک برابر سخاوت کا دروازہ کھلا رہا۔ سیکڑون کے منصب بڑھے اور ہزارون کی روزانہ اور ماہانہ تنخواہین مقرر ہوئین۔ شاہزادہ دارا شکوہ کو خلعت خاصہ نادری طلا دوزی۔ ایک لعل دو گران بہا مروارید سر پر باندھنے کے لیے عطا ہوے۔ اور ایک جڑاؤ جمدھر۔ پھول کٹارے کے ساتھ۔ اور ایک موتیون کا غلاف عنایت کیا۔ اور اِسی کے ساتھ دو لاکھ روپیے نقد بھی دیے۔

اورنگ زیب کی معافی

اِس واقعے سے پیشتر بادشاہ اورنگ زیب سے ناراض ہوگیا تھا کیونکہ اُس سے بعض ایسی حرکتین سرزد ہوگئی تھین جو بادشاہ کے بالکل خلاف طبع تھین۔ اورنگ زیب نے غیرت کی وجہ سے تلوار کمر سے کھولکر گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ اِس ہمایون تقریب پر بادشاہ سے جہان آرا نے اُسکے لیے سفارش کی۔ چنانچہ اُسنے عالمگیر کے قصور کو معاف کر دیا۔ اور خلعت خاصہ۔ نادری طلا دوزی۔ ایک لعل۔ اور دو بیش قیمت مروارید

لہ شاہجہان نامہ و تاریخ ہند مصنفہ شمس العلما مولوی ذکاءاللہ صاحب۔

عطا کیے۔ اور منصب سابق سے سرفراز کیا۔ اِسکے علاوہ تمام فقرا۔ امرا۔ اور حکما بادشاہ کے جود و کرم سے فیضیاب ہوے۔

بادشاہ نے بیگمصاحبہ کی صحت پر پانچ لاکھ روپیے کی نذر مانی تھی۔ اُسمین سے ایک لاکھ روپیے غربا ے مکّہ کے لیے ارسال کیے۔ اور پچاس ہزار روپیے مدینۂ منورہ بھیجے اور چار لاکھ روپیے شریف مکہ کو عطا کیے۔ بیگمصاحبہ نے بھی روضۂ منورہ کے لیے ایک قندیل تیار کرائی تھی۔ جو وہان بعد غسل صحت کے بھیجدی گئی۔

۲۱ ذیقعدہ کو بادشاہ آگرہ سے لاہور کیطرف کشمیر کے ارادے سے روانہ ہوا۔ ۲۸ کو فتحپور سیکری مین شیخ سلیم چشتی کے روضے کی زیارت کی۔ اور اِسی کے ساتھ زیارت کی غرض سے سفر اجمیر کا بھی عزم کیا۔ لیکن اِس سفر سے بیگمصاحبہ کے زخم پھر ہرے ہوگئے۔ بادشاہ نے اِسوجہ سے سفر اجمیر کے عزم کو فسخ کیا۔ اور جمنا کیطرف توجہ کی۔ کیونکہ بادشاہ نے سمجھا کہ دریا کی راہ سے بیگمصاحبہ کو تکلیف نہ ہوگی۔ آخر چار روز مین یہ شاہی قافلہ متھرا پہونچا۔ محمد علی فوجدار متھرا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ یہان عاموں نامی ایک بینوا فقیر رہتا ہے۔ اُسکے پاس ایسے زخمون کا ایک تیر بہدف علاج ہے چنانچہ بادشاہ نے اُسکو علاج کے لیے فوراً طلب کیا۔ اور بیگمصاحبہ کو اُسکے مرہم سے اِسقدر فائدہ ہوا کہ سات ہی روز مین زخمون کا کوئی نشان باقی نہین رہا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور عاموں روپیے کے ساتھ تولا گیا۔ اور اُسکے وطن مین بھی اُسکو ایک گاؤن بطور جاگیر کے مرحمت ہوا۔ اُسکی بیوی نے بہت سے زیورات

انعام پائے۔ اور شاہزادون نے تو اُسکو اسقدر دیا کہ زندگی بھر وہ محتاج نہ ہوا ہوگا۔

خدا کی قدرت ہی کہ بیگم صاحبہ کو عارف اور راموں دو محض گمنام اور مجہول شخصون کے علاج سے فائدہ ہوا۔ جو امید ہی کہ ہمیشہ تاریخی دنیا مین زندہ رہینگے۔

جہان آرا بیگم اور پالٹکس

جہان آرا بیگم کچھ مصنف اور مذہبی ہی عورت نہ تھی۔ بلکہ وہ ایک اعلےٰ درجے کا پولیٹکل دماغ رکھتی تھی۔ اور امورِ سیاست مین بہت کچھ دلچسپی لیتی تھی۔ اکثر اوقات بادشاہ کو ملک کے اہم معاملات مین رائے صائب دیا کرتی تھی۔ اور بادشاہ بھی زیادہ تر اُسی کی رایون پر عمل کرتا تھا۔ شاہجہان کا عہد جو سلاطینِ ہند مین امن و دولت کے لیے ضرب المثل ہے وہ زیادہ تر اِسی صلح کلُ بیگم کے اثر سے تھا۔

بیگمصاحبہ کے پالٹکس مین دخل و اثر کے وجوہ

جہان آرا بیگم کی علالت کے جو ہمنے حالات لکھے ہین۔ اُس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ شاہجہان اپنی پیاری بیٹی سے کسقدر الفت رکھتا تھا۔ اور اُسکی رائین اور مشورے امورِ سلطنت مین کہان تک با اثر ہوتے تھے۔

ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے کہ بادشاہ شاہجہان کو اپنی اِس منظورِ نظر دختر پر بیحد اعتماد تھا۔ اور وہ اُسکی جان کی محافظ اور نگہبان تھی۔ اور وہ یہانتک احتیاط

رکھتی تھی۔ کہ کسی قسم کا کھانا کیون نہو۔ جبتک خاص اُسکے سامنے تیار نہین ہوتا۔ بادشاہ کے دسترخوان پر نہین چُناجاتا تھا۔ بیگمصاحبہ کو اُمورِ سلطنت مین بیحد اقتدار حاصل ہونا۔ اور بادشاہ کے مزاج کی باگ اُسکے ہاتھ مین ہونی۔ اور سلطنت کے بڑے اور اہم معاملات مین اُسکی قدرت اور اختیارات کا ایسا کامل ہونا کوئی امر عجیب نہین ہو۔

جہان آرا بیگم کے اِس وقعت و اثر کی دوسری وجہ یہ ہے کہ شاہجہان اپنے بیٹون مین سب سے زیادہ دارا شکوہ کو چاہتا تھا اور جہان آرا بیگم شاہزادہ مذکور کے ساتھ دلی محبت رکھتی تھی۔ اور علانیہ طور پر دارا شکوہ کی طرفدار تھی۔ چنانچہ ڈاکٹر برنیر لکھتا ہے۔

دارا شکوہ کے معاملات کی کامیابی بیگم صاحبہ کے وسیلے سے تھی اور بادشاہ کی مہربانی اور نظرِ عنایت اِسی وجہ سے اُسکو حاصل تھی کہ بیگمصاحبہ نے نہایت سرگرمی کے ساتھ اُسکی نفع رسانی اپنے ذمہ لیلی تھی۔ اور علانیہ طور پر اُسکی طرفدار تھی۔

تیسرے یہ کہ دارا شکوہ کو شاہجہان نے اپنا ولیعہد علانیہ تسلیم کرلیا تھا اِسلیے بادشاہ کے حکم کے مطابق سلطنت کے بہت سے اہم کام دارا شکوہ کے سپرد تھے۔ اور اِسی وجہ سے جہان آرا بیگم کے وقعت و اثر مین بہت کچھ اضافہ ہوگیا تھا۔ کیونکہ وہ جو چاہتی تھی دارا شکوہ سے کرالیتی تھی۔

حاصل یہ کہ جہان آرا ہمیشہ پولٹیکل امور مین نہایت قابلیت کے ساتھ دخل دیتی تھی۔ اور اُسی کی راے پر اکثر عمل درآمد ہوتا تھا۔ لیکن اِس سے

یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ صرف شاہجہان اور دارا شکوہ کی محبت کی وجہ سے
اُسکو یہ رتبہ حاصل ہوا۔ بلکہ حقیقتاً وہ نہایت درجہ دُور اندیش بیدار مغز اور
عقلمند اور روشن خیال شاہزادی تھی۔ اور اسی وجہ سے ملک کے اہم معاملات
مین اُسکی رائے طلب کیجاتی تھی جو اکثر اوقات نہایت صائب اور مفید ثابت
ہوتی تھی۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اگر اُسمین یہ قابلیت اور دانشمندی نہ ہوتی تو
صرف محبت کی بنیاد پر شاہجہان و دارا شکوہ استصواب رائے نہ کرتے۔
جہان آرا کے حزم و فہم کی تمام مورخین نے تعریف لکھی ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر
ٹیورنیر کی شہادت جو اُس زمانے مین سیر کی غرض سے وارد ہند ہوا تھا۔ اِس
امر کی کافی دلیل ہے اور اُسکو ہم آئندہ چلکر لکھین گے۔

جہان آرا بیگم نے اُس خانہ جنگی کے فرو کرنے مین بھی جو اُسکے بھائیون
مین ایک عرصہ تک جاری رہی اور جسمین ہزارون لاکھون آدمی ہلاک
ہوے تھے۔ بڑی عرقریزی کی تھی۔ چونکہ اس معاملے مین بیگمصاحبہ نے بہت
کچھ حصہ لیا تھا۔ اِسلیے ہم اِس داستان کو کسیقدر تفصیل کے ساتھ لکھتے ہین۔

شاہجہان کی علالت اور اوسکے بیٹون کی خانہ جنگی

سنہ ۱۰۶۸ھ مین دفعۃً بادشاہ بیمار ہوگیا۔ اور اُسکی علالت کی خبر باوجود
کمال اخفا کے جلد نشت از بام ہوگئی۔ شاہجہان کے بیٹے اُسوقت ہندوستان
کے مختلف صوبون پر متعین تھے۔ اِس خبر کو سُنکر ہر ایک نے فوج کثیر کے ساتھ
عزم آگرہ کا کیا۔ جہان آرا بیگم کو حد درجہ تشویش ہوئی کہ اب مسلمانون مین ایک
بہت بڑی خونریزی ہوا چاہتی ہے جسمین لاکھون جانین مفت ہلاک ہونگی
اور سلطنت کا بھی بہت بڑا نقصان ہوگا۔ اِسی خیال سے اُسنے اپنے بھائی

عالمگیر کو جو اُسکے خیال مین اس خانہ جنگی کا روح روان تھا ایک لمبا چوڑا خط لکھا جسمین بہت کچھ نصیحت آمیز باتین درج تھین - چنانچہ ہم اُس خط کو بجنسہ نقل کرتے ہین -

دارا کا خط اورنگزیب کے نام

للہ الحمد و المنت کہ ذات مقدس شاہنشاہ معدلت پژوہ دقیقہ رس اعلیٰ حضرت ظل سبحانی منظور انظار عنایات ربانی صاحبقران ثانی از سائر عوارض و امراض جسمانی کہ لازمہ نشاء بشریت و طبیعت انسانی ست منزہ و مبرہ است و توجہ عالم آرا در باب رفاہیت برایا کہ ودائع بدائع الٰہی اند و امنیت ملک بہ وجہ اتم مبذول - و بمقتضاے طبع نصفت آگین اشرف ہیچ متنفسے را نمی پسندند کہ مصدر حرکتے و مظہر امرے کہ مستلزم بے جمعیتی خلائق و متضمن ضرر و ضیر طوائف انام باشد - گردد - خاصۃً از فرزندان نامدار و ابناے کامگار سیما درین ایام کہ خاطر مقدس بتدارک و تلافی وہن و فتورے کہ بسبب بیماری آن برگزیدۂ انفس و آفاق بحال کافۂ برایا و عامۂ رعایا راہ یافتہ باقصی غایت متوجہ و متعلق ست التہاب نوائر فتنہ و فساد و اشتعال آتش کین و عناد کہ مورث ویرانی بلاد و خرابی عبادست معاذ اللہ موجب مزید آزار خاطر ہمایون و سبب کثرت حزن و ملال طبع مقدس خواہد بود تخصیص ظہور این نشاء ناپسندیدہ و قوع این امر نامرغوب از آن برادر ہوشمند بیدار مغز کہ آراستہ بزیورہاے لطیفہ و اخلاق کریمہ و صاحب آداب حمیدہ و طبع سلیمہ است بغایت زشت و نازیبا - لاجرم بنا بر خیر طلبی این چند کلمہ کہ ہر آئینہ متضمن فوائد عظیمہ و موجب تنزیہ و تقدیس ساحت باطن

وتصفیه طریق معاد از خس وخاشاک آمور ردیه وشیون ذمیمه است حسن
نگارش پذیرفت - اگر غرض آن برادر والاگهر ازین توجه تهیج غبار فساد و
عناد والتهاب نوائر حرب وقتال ست خود انصاف فرمایند که در برابر مرشد
وقبلهٔ حقیقی که رضاے او موجب خوشنودی خداے عزوجل ورضامندی
رسول اوست هنگامهٔ جنگ وجدال وحرب وقتال آراستن وبرسفک
دماے بے گناهان همت گماشتن وبرروے آنحضرت تیروتفنگ انداختن
بچه مایه ناشایان ست - وثمرهٔ آن درین نشاه جز بدنامی ودران نشاه
غیرمدسرانجامی نیست واگرآرایش هنگامه مخاصمه ومقاتله ازبهرشاه بلند
(دارا شکوه) اقبال ست ونیز درآئین حین وخرد وصواب گزین پسندیده نباشد
زیراکه برادر بزرگ شرعًا وعرفًا حکم پدر دارد واین معنے را بامرضیات خاطر
مقدس حضرت ظل الٰهی ومبتغیات طبع والاے شهنشاهی لبانیت تامه
متحقق ست - بالجمله انبعاث غبار هیجا وایقاد نوائر وغا وترتیب اسباب
رزم خون ریزی ست وتصمیم عزیمت حرب وفتنه انگیزی ازان برادر هوشمند
والاگهر که بمحامد اوضاع ومحاسن اطوار ومکارم اخلاق موصوف ومعروف
جهان گشته پیوسته در استرضاے خاطر اقدس خاقان خجسته منظر و
شاهنشاه فرشته سیر می کوشند وبهیچ وجه وباهیچ کس پسندیده نیست
چه توقف چندروزه درین دار بے ثبات وقرار ومستلزات ابله فریب این
سراے مستعار که باعث ارتکاب چنین امر مذموم وناپسندیده باشد و
موجب ملالت نشار ابد وطراز سعادت سراے مخلد است ممکن

من کہ نکوگوہران چنین نکنند۔

مناسب آن ست کہ آن برادر نامدار ازین امور ردیہ و افعال شنیعہ کہ منتج سوی خاتمت و ثمرو خاتمت عاقبت ست اجتناب لازم شمردہ در استرضای خاطر قدسی مناظر شاہنشاہ دین پرور و خاقان معدلت گستر تا ممکن و مقدور سعی نماید و خوشنودی آنحضرت را از موجبات حصول سعادت دارین فراگرفتہ از اراقۂ دم متابعان حضرت خاتم النبیین در ماہ رمضان مبارک محترز باشد و احکام مرشد و ولی نعمت و والی سلطنت را بجان و دل امتثال نماید کہ فی الحقیقت بقتضای اولی الامر منکم امتثال امر شاہنشاہ حقیقی ست و قدم در راہ خلاف خلیفہ الٰہی نہادن مخالفت فرمان مالک الملک نمودن ست و اگر مطلبی و غرضی غیر ازین مرکوز خاطر عزیز بودہ باشد پس پسندیدہ عالم خردان ست کہ در سرزمینے کہ مضرب خیام شدہ باشد توقف اختیار نمودہ ہر مطلبی کہ مکنوز خاطر گرامی ست مرقوم گردانند تا بہ عرض اقدس دار رفع رسانیدہ مطابق ابتغاے خاطر عزیز و تمنای طبع گرامی سرانجام دادہ آید و در اسعاف و انجاح مقاصد و مآرب آن قرۂ باصرہ سلطنت و جہانبانی سعی و اجتہاد وافی بہ تقدیم رسانیدہ شود۔

اِس خط کا عالمگیر کے دل پر کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ برابر حصول تخت کی کوشش مین سرگرم رہا اور شاہجہان کے بھی قید کا عزم بالجزم کر لیا۔ شاہجہان کے پاس اُسنے متعدد خط اِس مضمون کے بھیجے کہ مین حضور کی

خدمت مین صرف کورنش کی غرض سے حاضر ہونا چاہتا ہون۔ گو میرے پاس متعدد محبت نامے حضور کے پہونچے۔ لیکن ابتک مجکو حضور کی زندگی کا یقین نہین ہوا ہے۔ اسوقت اطمینان خاطر کے لیے متمنی زیارت ہون

شاہجہان تو ایک تجربہ کار بادشاہ تھا۔ اور زمانہ کے نشیب و فراز سے خوب آگاہ تھا اور اورنگ زیب کی سرشت سے بھی اُسکو پوری واقفیت تھی۔ اسوجہ سے اورنگ زیب کی درخواست قبول کرنے مین اُسکو کچھ تامل ہوا۔ لیکن بیگم صاحبہ نے بادشاہ کو سمجھایا۔ اور دونون کو ملانے کی اس غرض سے کوشش کی کہ کسی طرح یہ شر و فساد رفع ہو۔ اور ملک مین پھر امن و امان ہو جائے۔ چنانچہ شاہجہان نے بیگم صاحبہ کی فہمائش کے موافق اورنگ زیب کو قلعہ مین آنے کی اجازت دیدی۔ لیکن چونکہ شاہجہان کو اورنگ زیب کیطرف سے اطمینان نہ تھا اسوجہ سے قلعہ مین اس قسم کا انتظام کیا کہ اورنگ زیب اگر کچھ سازش بھی کرے تو وہ کچھ کام نہ کر سکے۔ اس امر مین جہان آرا بھی شریک تھی۔ لیکن یہ سب بند و بست حفظ ماتقدم کے طور پر تھا۔ ورنہ اُن دونون کو اورنگ زیب کے خلاف کوئی سازش مرکوز خاطر نہ تھی۔

جہان آرا کی چھوٹی بہن روشن آرا اورنگ زیب کی طرفدار تھی اور جان و دل سے اُسکی تخت نشینی کی کوشش مین سرگرم تھی۔ قلعہ کے یہ حالات دیکھکر اُسنے خفیہ طور پر اورنگ زیب کو کہلا بھیجا کہ وہ قلعہ مین آنیکا ہرگز ارادہ نہ کرے کیونکہ بیگم صاحبہ نے اُسکی گرفتاری کا وہان ایک جال

سفرنامہ ڈاکٹر برنیر۔

پھیلا رکھا ہے۔ اور یہ ظاہری آؤبھگت اُسکا محض چلکہ ہے۔ اورنگ زیب نے یہ خبر جب سُنی تو قلعہ مین آنے کا عزم فسخ کیا۔ اور ایک دوسری چال چلا بجاے اپنے، اُسنے اپنے بڑے بیٹے **محمد سلطان** کو قلعہ مین بھیجا کہ وہ اُسکی طرف سے بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوکر کورنش ادا کرے اور زیارت سے شرف اندوز ہو۔

قلعہ پر محمد سلطان کا قبضہ

چونکہ بادشاہ کو محمد سلطان کیطرف سے کسی سازش کا خیال نہ تھا۔ شاہزادہ نے اُسکی غفلت کا موقع پاکے قلعہ پر نہایت آسانی کے ساتھ قبضہ کرلیا۔ اور بادشاہ کی خدمت مین حاضر ہوکر آداب عرض کیا اور کہا کہ اب عمر حضور کی زیادہ ہوگئی ہے۔ اب حضور مین قابلیت فرمان روائی کی نہین باقی رہی۔ اب مناسب یہ ہے کہ حضور کوئی گوشۂ عافیت اختیار کرین۔ اور قلعہ کی کنجیان میرے حوالے کردین۔"

شاہجہان دو چار روز تک توٹال مٹول کرتا رہا۔ آخر مجبوراً محمد سلطان کی درخواست اُسکو قبول کرنی پڑی۔ لیکن اورنگ زیب باانیہمہ شاہجہان کی ملاقات کو نہ آیا۔ اِن واقعات نے جہان آرا بیگم کو بہت پریشان کردیا۔

جہان آرا کی اورنگ زیب سے ملاقات

اور وہ اِس فکر مین ہوئی کہ کسی طرح پر صلح ہوجائے۔ چنانچہ وہ خود اورنگزیب کے پاس گئی جو شہر سے کچھ فاصلے پر خیمہ زن تھا۔ لیکن اورنگ زیب کا دل چونکہ اُسکی طرف سے مکدر تھا، اُسنے بیگم صاحبہ کے احترام مین تقصیر کی۔ اور اُسکا استقبال بھی نہین کیا۔ لیکن جہان آرا اپنی دُھن مین تھی۔ اُسنے اِسکا کچھ

٭ تاریخ ہند مصنفہ ذکاءاللہ۔

خیال نہ کیا۔ پہلے پدر بزرگوار کی طرف سے اُسنے شوق دیدار ظاہر کیا۔ اور اُسکے بعد اورنگ زیب سے کہا کہ حضرت ظل سُبحانی کی یہ خواہش ہے کہ ملک پنجاب داراشکوہ کو عنایت کرین۔ اور گجرات پر مراد بخش قابض رہے اور صوبہ بنگال پر حسب دستور شجاع کا تصرف رہے۔ اور شاہزادہ محمد سلطان کو ملک دکن عطا ہو۔ اُسکے علاوہ باقی کل ممالک محروسہ کی ولیعہدی آپکو مبارک ہو۔ آپ خوشی کے ساتھ اسکو قبول فرمائین۔ اسی کے ساتھ یہ بھی درخواست ہے کہ آپ بہت جلد اعلیٰ حضرت کی خدمت مین حاضر ہوکر اُنکو اپنے دیدار سے مسرور کرین۔ اورنگ زیب نے بیگم صاحبہ کی یہ باتین سُنکر جواب دیا کہ مین جب تک داراشکوہ کا معاملہ یکسو نہ ہوگا۔ اعلیٰ حضرت کی زیارت نہین کر سکتا۔

بیگم صاحبہ کو یہ تلخ جواب سُنکر بہت رنج ہوا۔ اور مایوس ہوکر محلسرا کو واپس آئی۔ اس ہنگامہ اور خانہ جنگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ عالمگیر کو تخت ہند حاصل ہوگیا۔ اور شاہنشاہ شاہجہان اسیر ہوگیا۔

ڈاکٹر برنیر بادشاہ کے قید ہونے کے متعلق لکھتا ہے:۔

ڈاکٹر برنیر کا الزام اور اُسکی تردید

کہ یہ عقل سے خارج بڈھا ایک عورت کے قول پر عمل کرنے سے اس حالت کو پہونچا۔ جو صرف کینہ اور عداوت کے جوش سے اندھی ہورہی تھی۔ اپنے ... سے سمجھی ہوئی تھی کہ وہ سیانا کوا (اورنگ زیب) قلعہ مین ہمسے ملنے کو آئیگا۔ اور اُس پرند کی طرح جو آپ اپنے دام مین پھنس جاتا ہے گرفتار ہوجائے گا۔

یہ ڈاکٹر برنیر کی رائے ہے۔ اور اکثر مورخین یورپ بھی اُسکے ہمزبان ہین۔ لیکن حقیقتاً یہ محض بے اصل ہے۔ جہان آرا نے اورنگ زیب کے قید کا کبھی ارادہ نہین کیا۔ اُسکو ہر طرح صلح مقصود تھی۔ چنانچہ اُسنے اِس ہنگامے کے زمانے مین جسقدر کام کیے وہ سب بآواز بلند کہتے ہین کہ بیگم صاحبہ کے شیشۂ دل مین کسی قسم کی سازش کی کدورت نہ تھی۔ چنانچہ اُسکا خط، جو اُسنے عالمگیر کو نہایت خلوص دل کے ساتھ لکھا تھا اِس دعوے کی قوی دلیل ہے۔ اور شاہجہان کے قید کا بھی الزام بیگم صاحبہ پر نہین لگایا جاسکتا۔ کیونکہ اُسوقت شاہجہان کی کچھ ایسی نازک حالت تھی کہ اُسکو قید کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

جہان آرا کے بارے مین برنیر کا یہ لکھنا کہ وہ کینہ و عداوت کے جوش سے اندھی ہو رہی تھی" بالکل بے سروپا ہے۔ اصل یہ ہے کہ عالمگیر سے بیگم صاحبہ کو کسی قسم کی عداوت نہ تھی ہان۔ یہ اُسکی خواہش ضرور تھی کہ دارا شکوہ ہی ولیعہد رہے۔ اور شاہجہان کے بعد اُسی کو سلطنت ہند حاصل ہو کیونکہ دارا شکوہ شاہجہان کی اولاد مین سب سے بڑا تھا۔ اور شاہجہان نے بھی اُسکو عملاً اپنا ولیعہد بنا لیا تھا۔ اور زیادہ تر ملک کے لوگ بھی اُسی کیطرف مائل تھے۔ اور اُسکو مستحق سلطنت سمجھتے تھے۔ پھر کوئی معقول وجہ نہ تھی کہ وہ اِس عہدے سے معزول کیا جاتا۔ جہان آرا بیگم کو اِس پالسی مین زیادہ تر احترام مین یہ مدنظر تھی۔ اور یہ سمجھی ہوئی تھی کہ اِسکے خلاف عمل کرنے مین بڑی خونریزی ہوگی۔ اور نظام سلطنت درہم و برہم ہو جائے گا۔

ڈاکٹر ٹیورنیر کی شہادت

ڈاکٹر برنیر کے اِس بے اصل الزام کی تردید مین ہم اُسی کے ہموطن ڈاکٹر ٹیورنیر* کی تحریر نقل کرتے ہین جو عہد شاہجہان مین بغرضِ سیاحت وارد ہند ہوا تھا۔ وہ لکھتا ہی کہ اسمین کوئی شک نہین کہ جہان آرا بیگم ایسی عورت ہو کہ جسمین تمام اوصاف اور خوبیان پائی جاتی ہین۔ یہ وہ عورت ہو کہ اگر تمام دُنیا کی سلطنت اُسکے ہاتھ مین دیدی جائے تو وہ نہایت عمدگی کے ساتھ اُس پر حکومت کرسکتی ہے۔ اگر شاہجہان اور اُسکے بھائیون نے اُسکی رائے پر عمل کیا ہوتا تو عالمگیر کو کبھی تختِ ہند نصیب نہ ہوتا۔ اور معاملات ملکی کی صورت دگرگون ہوجاتی۔

حاصل یہ کہ شاہجہان کے قید ہوتے ہی جہان آرا کے نصیب کی گردش شروع ہوئی۔ آگرہ کے قلعہ مین ایک چھوٹی سی مسجد ہے، اور اُسکے متعلق ایک کمرہ بھی ہے، عالمگیر نے اپنے شاہنشاہ باپ کو اِسی جگہ قید کیا تھا۔ جہان آرا اِس مصیبت کے زمانے مین اپنے باپ سے کبھی جدا نہ ہوئی۔ دن رات اُسکی خدمت مین مشغول رہتی تھی۔ اِسی مسجد مین ایک حوض بھی ہے جسمین شاہجہان کے لیے ایام سرما مین وضو کا پانی گرم کیا جاتا تھا۔ بعض مورخین لکھتے ہین کہ جہان آرا بیگم خود اس پر جلوہ گر ہوا۔ اِس حَسَّین شاہجہان کو زندگی بھر قید۔

تک جھیل کے ۱۶۶۰ء مین ن سے ایک بار قید کی حالت مین سوال کیا تھا چونکہ شاہجہان اُسکے جوشِ غضب مین چاہا کہ اُن سب جواہرات کو پسوا ڈالے۔ اِسموقع پر ہر وقت باپ کی خدم وہ جواہرات اُس سے لیے۔ یہ وہی جواہرات تھے جنکو اِس موقع پر

* سفرنامہ ڈاکٹر ٹیورنیر (ڈاکٹر ٹیورنیر)

آٹھ آٹھ آنسو روتی تھی۔ شاہجہان ہمیشہ اُسکو تسکین دیا کرتا تھا۔ اور اُسکو توکل اور صبر کی ہدایت کرتا تھا۔ آخر ۲۶ رجب کی شب کو جب اُسکی وفادار بیٹی اُسکے سرہانے بیٹھی ہوئی تھی اور اُسکی نظر اپنی زندگی بھر کی جان نثار اور آرام جان بیوی کے روضے پر جمی ہوئی تھی۔ روح نے پرواز کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شاہجہان کی وفات

جہان آرا بیگم کو اِس سانحہ سے جو رنج ہوا وہ معرض تحریر مین نہین آسکتا۔ زندگی بھر غم نے اُسکا ساتھ نہین چھوڑا۔

دوسرے روز شاہجہان کو مثمن برج کے متصل جسمین اُسنے وفات پائی تھی ایوان مین غسل دیا گیا۔ اور کشتی کے ذریعے سے میت تاج گنج تک پہونچائی گئی۔ قاضی قربان علی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جہان آرا کی خواہش تھی کہ جنازے کے ہمراہ شہر ومضافات کے تمام علما۔ مشائخ۔ اور اُمرا شریک ہون۔ اور دولت خانہ سے مدفن تک کثرت سے روپیے غربا مین تقسیم کیے جائین۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ امور اُسکے اختیار سے باہر تھے

اورنگزیب نے دہلی مین باپ کے مرنے کی جسوقت خبر سُنی تو ایسے ... کے رویا کہ سب اہل دربار حیران رہگئے۔ اور فوراً ... بیگم نے بھی اُسکی آمد آمد کی خبر پاکر بڑی ... کیا۔ اور تمام قلعہ زیب وزینت ... ب کے تھانون سے مزین

...گرہ ۱۰۳۰ء

کی گئی۔ عالمگیر قلعہ کے باہر دارا شکوہ کی حویلی مین فروکش ہوا دوسرے روز وہ بیگم صاحبہ کے پاس تعزیت کی غرض سے گیا بیگم صاحبہ نے اسموقع پر ایک طشت زرین پیش کیا جو گرانبہا جواہرات سے مملو تھا۔ اُنمین سے اکثر وہ جواہر تھے جن پر شاہجہان کو ناز تھا۔

اسکے بعد بھی اورنگ زیب متعدد بار بہن کو تسکین دینے کے لیے قلعہ مین گیا۔ اور بیگم صاحبہ سے اسقدر خوش ہوا کہ تمام اہل دربار کو حکم دیدیا کہ سب بیگمصاحبہ کی ڈیوڑھی پر حاضر ہو کر نذر پیش کرین۔ جب اہل دربار اس غرض سے وہان پہونچے تو بیگم صاحبہ نے اپنی مشہور دریادلی سے کام لیا جسقدر امرا ہزاری منصب تک کے تھے سب کو بھاری بھاری خلعت اور انعام عطا کیے۔

اس قیام آگرہ مین جب پہلی بار عید آئی تو عالمگیر ایک بلند اور خوبصورت ہاتھی پر سوار ہو کر جامع مسجد نماز کے لیے گیا۔ وہان سے واپس آکر نہایت دھوم دھام کے ساتھ دربار کیا۔ اور نہایت شان و شوکت کے ساتھ تخت طاؤس پر جلوس کیا۔ جسکو کچھ عرصہ پیشتر اسی غرض سے آگرہ مین منگوا لیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ عالمگیر دارالخلافت آگرہ مین اس تخت پر جلوہ گر ہوا۔ اس جشن کے تین روز برابر خوشی منائی گئی۔

ع عالمگیر نے ان جواہرات کے لیے شاہجہان سے ایک بار قیدکی حالت مین سوال کیا تھا چونکہ شاہجہان اُسکے ظالمانہ برتاؤ سے سخت رنجیدہ تھا۔ اُسنے جوش غضب مین چاہا کہ اُن سب جواہرات کو پسوا ڈالے۔ اسموقع پر جہان آرا بیگم نے اُسکو سمجھا بجھا کے وہ جواہرات اُس سے لیے۔ یہ وہی جواہرات تھے جنکو اس موقع پر جہان آرا نے پیش کیا تھا۔ (ڈاکٹر ٹیور نیر)

اس موقع پر عالمگیر نے ایک لاکھ اشرفی بیگم صاحبہ کو نذر کی۔ اور اُسکے جاگیر مین بھی اضافہ کیا۔ اور اُسکو بادشاہ بیگم کے خطاب سے سربلند کیا۔ علاوہ برین ایک ایک لاکھ روپیے پر ہنر بانو بیگم۔ اور گوہر آرا بیگم کو بطور انعام کے ملے اور اسیطرح پر تمام شاہی خاندان کو انعام عطا ہوا۔ اور امرا کے مناصب مین اضافہ کیا گیا۔

آخری ایام۔ مذہب اور وفات

شاہجہان کے قید کے زمانے سے جہان آرا بیگم کے زوال کی ابتدا ہوئی۔ اور اُسنے اپنی بقیہ زندگی نہایت گمنامی کے ساتھ بسر کی۔ اول اول عالمگیر اُسکی بظاہر بہت وقعت کرتا تھا۔ اور بہت سے خانگی امور مین اُس سے مشورہ لیتا تھا۔ بڑی بڑی تقریبون مین تو جہان آرا ہی کے حکم کے مطابق تمام امور انجام پاتے تھے۔ کیونکہ شاہی خاندان مین اُسوقت جہان آرا سب سے زیادہ سن رسیدہ اور تجربہ کار تھی اور قدرتی طور پر وہ ایک بڑی منتظم عورت بھی تھی۔ شاہجہان کے عہد مین اُسنے اِس قسم کے کام سیکڑون بار نہایت قابلیت کے ساتھ انجام دیے تھے۔ شاہنشاہ عالمگیر نے اُسکی جاگیر بھی بہت بڑھادی تھی۔ شاہجہان کے عہد مین اُسکی بارہ لاکھ کی جاگیر تھی عالمگیر نے اُسمین پانچ لاکھ روپیے کا اور اضافہ کیا۔ غرضکہ عالمگیر کے زمانے مین کل سترہ لاکھ روپیے اُسکو بطور جاگیر کے ملتے تھے۔

بیگمصاحبہ کے ساتھ عالمگیر کا برتاؤ۔

لیکن جہان آرا بیگم کی یہ وقعت وحرمت تھوڑی ہی مدت تک رہی عالمگیر کو تو اُس سے رنج پہونچا ہی تھا۔ اور ابھی اُسکے دل سے وہ پوری طور پر محو بھی نہونے پایا تھا کہ روشن آرا بیگم نے اُسکو اور بڑھانا شروع کردیا۔ اور روز طرح طرح کی اُس سے جہان آرا کی شکایتین کرنے لگی۔

یہ روشن آرا عالمگیر کی چھوٹی بہن تھی۔ جسنے اُس خانہ جنگی کے زمانے مین عالمگیر کی بہت مدد کی تھی۔ اور قلعہ کی تمام خبرین خفیہ طور پر اُسکو پہونچاتی تھی۔ عالمگیر کے تخت پر بیٹھتے ہی روشن آرا کا نیر اقبال چمکا۔ شاہی خاندان مین اب اُسکی سبسے زیادہ عزت ہونے لگی۔ اور پولیٹکل معاملات مین بھی وہ دخل دینے لگی۔

روشن آرا بیگم کو جہان آرا سے ہمیشہ عداوت تھی۔ اور کبھی دونون مین اتحاد نہ ہوا۔ شاہجہان کے عہد مین جہان آرا بیگم کو جو عروج حاصل ہوگیا تھا اُسپر وہ بہت جلتی تھی۔ اور اُسکے احترام کو حسد کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ اب عالمگیر کی تخت نشینی پر جو اُسکا اقبال چمکا تو اُسنے جہان آرا سے کاوش قدیم کا بدلہ لینا شروع کیا۔ اور عالمگیر کے شیشۂ دل کو پیہم شکایتون سے مکدر کردیا۔ اُسکے* ساتھ جہان آرا کو آتش رشک مین جلانے کی غرض سے اُسنے بڑی شان و

* برنیر نے اُسکے جلوس سواری کی اسطرح تصویر کھینچی۔ چنانچہ آپ اپنے خیال کو کیسی ہی وسعت دیجیے مگر روشن آرا کی سواری سے زیادہ اور اعلے درجے کا تماشا قیاس مین نہ آئیگا۔ یہ بیگم پیگو کے نہایت عمدہ اور بڑے قدآور ہاتھی پر ایسے میگہ ڈمبر مین سوار ہوتی ہے جسکے سنہری اور لاجوردی رنگون کی چمک قابل دید ہے۔ اسکے ہاتھی کے پیچھے پیچھے چھ اور ہاتھی چلتے ہین جن پر اُسکے محل کی معزز عورتین ہوتی ہین ۱۲

شوکت اختیار کی۔

حاصل یہ کہ روشن آرا کا عالمگیر پر جادو چل گیا۔ اور اُسکا دل جہان آرا کیطرف سے صاف نہ ہو سکا۔ لیکن روشن آرا کا یہ اوج تھوڑے ہی عرصہ تک رہا۔ کیونکہ ۱۶۶۴ء مین اُسکے بعض حرکتون سے عالمگیر ناراض ہو گیا جسکی وجہ سے اُسکے اقبال کے چاند مین گہن لگ گیا۔ روشن آرا نے یہ حالت دیکھکر

روشن آرا کا زوال

۱۴۴ اور اُنکے میگہ ڈنبر بھی شان اور خوبصورتی مین روشن آرا کے میگہ ڈنبر جیسے بلکہ تقریباً ویسے ہی ہوتے ہین شاہزادی کے بڑے بڑے اور خاص خاص خواجہ سرا بھاری بھاری پوشاکین پہنے ہوے منقش گھوڑون پر سوار ہوتے ہین اور ہاتھون مین چھڑیان لیے ہوے ہوتے ہین۔ اور اُسکے ہاتھی کے اردگرد ایک سالہ کشمیری اور تاتاری عورتون کا ہوتا ہے۔ جو بناؤ سنگار کیے ہوے خوبصورت اور بادپا گھوڑون پر سوار ہوتی ہین۔ اِنکے علاوہ اور بہت سے خواجہ سرا گھوڑون پر سوار ہوتے ہین۔ جنکے ساتھ بڑی بھیڑ پیدل ملازمون کی ہوتی ہے جو ہاتھون مین بڑی بڑی چھڑیان لیے ہوے شاہزادی کی سواری کے دائین بائین بہت دُور آگے آگے سامنے کے لوگونکو ہٹاتے چلتے ہین کہ راستہ صاف رہے۔ اِن ساٹھ ستر ہاتھیون کا وہ تول تول کر قدم رکھنا۔ اور میگہ ڈنبر کی وہ چمک دمک اور نہایت خوش لباس اور بے شمار خدم و حشم کا انبوہ واقع مین دیکھنے والے کے دل پر شاہی شان و شوکت کا ایک عجیب اثر ڈالتا ہے اگر مین اِن سب دلفریب باتونکو فلسفیانہ بے اعتنائی کی نظر سے نہ دیکھتا تو بیشک مین بھی اُنھین ہندوستانی کبیشرون کے مانند جو استعارے کے طور پر کہتے ہین کہ یہ شاہزادیان نہین بلکہ دیویان ہین جو ہاتھیون پر میگہ ڈنبرون مین بیٹھی ہوئی خلائق کی نظرون سے پوشیدہ جا رہی ہین" اپنے خیالات کی بلند پروازی کا مغلوب ہو جاتا یہ حسین بیگمین اپنے میگہ ڈنبرونمین یون دکھائی دیتی ہین گویا ہوا مین پریان اُڑی جا رہی ہین۔ اِن بیگمات کی سواریون کا تجمل اسقدر دلچسپ ہے کہ اُسکی یاد سے اب بھی طبیعت کو ایک مسرت حاصل ہوتی ہے (سفرنامہ ڈاکٹر برنیر)

عالمگیر سے اجازت چاہی کہ محلسرا کو چھوڑ کر کہین اور بود و باش کا انتظام کرے لیکن چونکہ وہ عالمگیر کی بیٹیون کی اتالیق تھی اسوجہ سے روشن آرا کی یہ درخواست اُسنے قبول نہ کی۔ روشن آرا* کے زوال کی یہ بھی وجہ لکھی گئی ہے کہ اس عرصہ مین زیب النسا عالم شباب کو پہونچی۔ اور وہ روشن آرا سے سخت بغض رکھتی تھی۔ اُسنے عالمگیر کو اُسکی بدچلنی سے آگاہ کیا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ روشن آرا ہمیشہ کے لیے عالمگیر سے جدا ہو گئی۔ بعض مورخین یورپ (※) لکھتے ہین کہ یہ کارروائی بذریعۂ زہر کی گئی۔

لیکن میری تحقیق مین یہ روایت خلاف اصل ہے۔ روشن آرا کبھی بدچلن نہ تھی۔ مورخین یورپ خصوصاً برنیر اور ٹیورنیر اپنی عادت سے مجبور ہین کہ خواہ مخواہ شاہی خاندان کی کسی بیگم کو اپنے حملون سے پاک وصاف نہین چھوڑ سکتے اور جو چاہتے ہین لکھ مارتے ہین۔ ظاہر ہے کہ اگر روشن آرا بدچلن ہوتی تو عالمگیر سا روشن خیال بادشاہ اپنی بیٹیون کی تعلیم کبھی اُسکے سپرد نہ کرتا۔ اور یہ بھی بے اصل ہے کہ اُسکو زہر دیا گیا۔ بلکہ مین نے جہانتک تحقیق کی وہ اپنی موت سے مری عالمگیر نے اُسکی وفات پر بہت ماتم کیا۔ عالمگیر نامہ مین اس واقعے کے متعلق جو عبارت

---

* تاریخ آگرہ مصنفہ عبداللطیف۔

(※) ڈاکٹر ٹیورنیر نے اس بیگم کے چال چلن پر بہت حملے کیے ہین۔ اُنکی وقعت کا اندازہ اہل انصاف اس سے اچھی طرح کر سکتے ہین کہ ڈاکٹر ٹیورنیر نے اُس موقع پر جہان اورنگ زیب کی دارا شکوہ سے لڑائی کا واقعہ بیان کیا ہے یہ لکھا ہے کہ اورنگ زیب نے روشن آرا سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تو اس لڑائی مین میری مدد کریگی تو مین فتح پانے پر تجھسے شادی کر لونگا۔ افسوس۔

ہے اُسکو ہم بجنسہ یہان نقل کرتے ہین۔

آن ملکۂ عصمت بہ خصائل حمیدہ و شمائل پسندیدہ و محبت باگرامی برادر اتصاف داشت بادشاہ جہان را۔ از مہاجرت چنین محترمہ شفیقہ دل غمگین و دیدہ نمی شد۔ ناکام بر رضاے قادر مختار پرداختہ زاد را راحلہ بجا آورد۔ و خیرات مثوبات بخوشنودی ارواح آن۔ پاک نژاد مہیا ساختہ متعلقان مرحومہ را از ذکور و اناث بہ فراوان عنایت و رعایت از لباس تعزیت بیرون آوردند

جہان آرا بیگم کا آفتاب اقبال جب سے غروب ہوا، اُسنے اپنے کو ہمہ تن زہد و عبادت کے لیے وقف کردیا۔ اور دُنیاوی جاہ و جلال سے اعراض کرکے، مراتب عرفان کے حصول مین سرگرم ہوئی۔ اُسکے ننہالی خاندان کا مذہب تو شیعہ تھا۔ لیکن وہ اپنے والدین کی طرح ایک راسخ الاعتقاد حنفی تھی۔ لیکن اُسکے مذہب کا روح رُوان تصوف تھا۔

وہ اپنے بزرگان قدیم کیطرح خواجہ صاحب کے ساتھ حد درجہ عقیدت رکھتی تھی۔ چنانچہ مونس الارواح کی تصنیف۔ اور اُسکے معتقدانہ مضامین اِس امر کی قوی دلیل ہین۔ خواجہ صاحب کے ساتھ جو اُسکو اعتقاد تھا۔ اُسکا اندازہ اِس سے ہوسکتا ہے کہ اُسنے اپنے مزار کے کتبے مین بھی اِس عقیدت کا اظہار کیا۔

جہان آرا بیگم ہر سال حضرتِ خواجہ صاحب کا عرس کرتی تھی۔ روضۂ مقدس مین اپنے اسلاف کی طرح اُسنے بھی اپنے ارادت کی بہت یادگارین چھوڑی ہین۔ بیگمی دالان۔ جو خانقاہ شریف مین ایک ممتاز عمارت ہے

اُسکو جہان آرا ہی نے تعمیر کرایا تھا۔ اِسکے علاوہ اُسنے خانقاہ کے لیے اور بہت سی گرانبہا زیب و زینت کی چیزین نذر کی تھین۔

جہان آرا بیگم اول اول جب شاہجہان کے ساتھ داخل آستانۂ اجمیر ہوئی ہے اُسنے اِس واقعہ کو بہت جوش دل کے ساتھ لکھا ہے۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ جہان آرا کو خانقاہ مقدس کے ساتھ عشق تھا۔ اور خواجہ صاحب کے ساتھ اُسکو کمال درجہ عقیدت تھی۔ ہم اُسکی تحریر کو یہان نقل کرتے ہین

"بعد از حمد خدائے احد صمد جل جلالہ وپس از درود رسول صلے اللہ علیہ وسلم۔ میگوید فقیرہ حقیرہ جہان آرا کہ چون از یاوری بخت و فیروزی طالع از دار الخلافۃ اکبرآباد در خدمت والد بزرگوار خود متوجہ خطۂ پاک حضرت اجمیر شدم از تاریخ ہیژدہم ماہ رمضان المبارک سنہ یکہزار و چہل و نہ ہجری تا تاریخ جمعہ ہفتم ماہ رمضان المبارک کہ داخل عمارت کنار تال اناساگر گشتم۔ و موفق شدم بہ اینمعنی کہ ہر روز و ہر منزل دو رکعت نماز نافلہ ادامی کردم و یکبار سورۂ یٰسین با فاتحہ از روی کمال اخلاص و عقیدتمندی خواندہ ثواب آن را بروح پر فتوح مطہر منور حضرت پیر دستگیر خواجہ معین الحق والدین رضی اللہ عنہ نثار می نمودم و چندروز کہ در عمارات مذکورہ توقف واقع شد از نہایت ادب شبہا بر پلنگ نخوابیدم و بطرف روضۂ متبرکہ حضرت پیر دستگیر پا دراز نساختم بلکہ پشت بہ آن جانب نکردم و روز در زیر درختان میگذرانیدم۔ و بہ برکت آنحضرت۔ و اثر فیض این سرزمین جنت آئین جمعیت ذو قہاروی می داد و یک شب مولود چراغانے خوبی کردم۔ الحمد للہ والمنہ کہ روز پنجشنبہ چہاردہم

رمضان المبارک زیارت مرقد منورہ حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ حاصل
شد۔ یک پہر روز ماندہ بود بر روضۂ مقدسہ رفتم و رخ زرد خود را بخاک آن
آستان سودم و از دروازہ تا گنبدِ مبارک پا برہنہ و زمین بوس کنان رفتم
و داخل بہ گنبد شریف شدہ ہفت مرتبہ گرد قبر پر نور سر خود گشتم۔ و مژگان
خود جاروب کردم و خاک خوشبوی آن جا را توتیای چشم خود ساختم دران
وقت عجب حالتے و ذوقے بہ این فانیہ روداد کہ بہ تحریر راست نمی آید۔
از نہایت شوق سراسیمہ شدہ بودم نمیدانستم کہ چگویم و چکنم۔ القصہ عطر و
چووہ اول بر قبر معطر معنبر آنحضرت بدست خود مالیدم۔ و چادر گل کہ بر سر خود
برداشتہ آوردہ بودم بر بالاے قبر مبارک انداختم۔ و در مسجد سنگ مرمر کہ
پدر بزرگوار حق شناس این حقیرہ راست کردہ اندر رفتہ نماز ادا کردہ باز در گنبد
مبارک نشستہ سورہ یٰسین بروح پر فتوح خواندم۔ و تا وقت نماز مغرب
درانجا بودم و شمع بہ ارواح آنحضرت روشن کردہ روزہ بہ آب چھالرہ افطار
کردم عجب شامے دیدم آنجا کہ بہتر از صبح بود۔ اگر اختیار میداشتم ہمیشہ در
روضۂ آنحضرت کہ عجب گوشۂ عافیت ست و من عاشق گوشۂ عافیت
ہستم بسر می بردم ناچار بچشم گریان و دلِ بریان ازان درگاہ رخصت شدہ
بخانہ آمدم۔ و تمام شب طرفہ بیقراری در من بود و صباح آن روز جمعہ والد
بزرگوار کوچ فرمودہ متوجہ اکبرآباد شدند۔ این کتاب مستطاب را کہ این
حقیرہ احوال باکمال سعادت اشتمال حضرت پیر دستگیر رضی اللہ عنہ را
از کتب معتبرہ حسب المقدور رسانیدہ دران جمع نمودہ موسوم بمونس الارواح

گردانیدہ بطہر آنحضرت کردم کہ ہمیشہ در روضہ متبرکہ بودہ باشد"

اس فرشتہ سیرت بیگم نے عالمگیر شاہ کے محل مین ساتوین رمضان المبارک سنہ ۱۰۹۱ھ مین بمقام دہلی انتقال کیا۔ عالمگیر اُسوقت برہانپور مین تھا۔ جب اُسکو اس سانحہ کی خبر ہوئی تو نہایت درجہ غمگین ہوا۔ اور دیر تک رویا کیا۔ وفات کے وقت بیگم صاحبہ کا سن ستر سال کا تھا۔

عالمگیر نامہ مین اس واقعہ کے متعلق یہ عبارت درج ہے۔

ہفتم رمضان از واقعہ دار الخلافہ معروض گردید۔ کہ ملکہ ملکی صفات جہان آرا بیگم چہرہ در نقاب عدم پوشیدند۔ و در خلوت سراے جاوید آرمیدند۔ در صحن روضۂ مقدس اسوۂ اصفیا شیخ نظام الدین اولیا کہ در ایام حیات خانۂ آخرت عمارت فرمودہ بودند، مدفون گردید حضرت را از سنوح واقعہ ہمشیرِ کلان مہربان شفقت توامان خاطر مکدر گردید۔ تا سہ روز نواختن نوبت موقوف شد آن محفوف حجب مغفرت بکرائم خصائل جود و شرائف شمائل احسان و حفظ آداب و اخلاق باکفا و صرف عنایات و اشفاق باعموم برایا اتصاف داشتند سایۂ فیض از سرِ عالمیان ناپدید شد۔ مایۂ کرم از دست روزگار گم گردید۔ حکم عاطفت شمیم باصدور پیوست۔ القاب آن رحمت انتساب نواب جنت مآب صاحبۃ الزمانی می نوشتہ باشند۔ وبہ حکم، شعر

درین پردہ با آسمان جنگ نیست
کہ این پردہ باکس ہم آہنگ نیست

بصبر و شکیبائی پرداختند۔ و تحصیل خوشنودی مرحومہ تبعہ و خدمہ را با اصناف

مکارم وانواع مراحم نواختند۔

جہان آرا نے اپنی وفات کے بعد تین کڑور روپیہ کی دولت چھوڑی۔ اُسنے یہ وصیت کی تھی کہ میرے بعد یہ سب دولت خدام مقبرۂ حضرت نظام الدین اولیا مین تقسیم کر دی جائے۔ کیونکہ انھون نے بیگم صاحبہ کو ایسے مقدس مقام مین مدفن کے لیے جگہ دی تھی۔ لیکن بادشاہ عالمگیر نے اسمین سے دو کرور روپیے لے لیے اور کہا کہ از روے شرع ایک ثلث سے زیادہ کی وصیت جائز نہین۔

جہان٭ آرا بیگم کا مقبرہ حضرت شیخ نظام الدین اولیا کے مزار کے پاس واقع ہے۔ اِسکو خود بیگم صاحبہ نے اپنی حیات مین تعمیر کرایا تھا۔ یہ مبارک مقبرہ ایک مجحر کی صورت مین ہے اور بالکل سنگ مرمر کا بنا ہوا ہے۔ اور چھت بھی نہین ہے۔ لوح مزار خام ہے۔ اور وہ ہمیشہ سبزہ سے پوشیدہ رہتا ہے اِس مجحرے مین چار قبرین ہین۔ تین بڑی اور ایک چھوٹی۔

بیگم صاحبہ کے مزار پر یہ عبارت کندہ ہے۔

ہوالحی القیوم

بغیر سبزہ نہ پوشد کسی مزار مرا　　که قبر پوش غریبان ہمین گیاہ بس است

الفقیرۃ الفانیہ جہان آرا بیگم مرید خواجگان چشت بنت شاہجہان بادشاہ غازی انار اللہ برہانہٗ ۱۰۹۲ھ

٭ آثار الصنادید۔

جہان آرا بیگم کی یادگارین

شاہزادی جہان آرا بیگم کو جسطرح اکتساب فضل وکمال کا شوق تھا۔ اسی طرح پر عمدہ عمارتون کی تعمیر سے بھی اُسکو بہت کچھ دلچسپی تھی۔ اور فطرتاً اُسکو ایسا ہونا بھی چاہیے تھا۔ کیونکہ وہ شاہجہان کی بیٹی تھی۔ جسکی عمارتون کی آج چار دانگ ہند مین شہرت ہی۔ لیکن فرق یہ ہے کہ شاہجہان نے زیادہ تر قلعے اور محلات وغیرہ کی تعمیر مین دولت صرف کی۔ مگر جہان آرا نے اپنے اِس شوق کو ایسی عمارتون کے بنوانے مین پورا کیا۔ جو ہمیشہ صدقہ جاریہ کا کام دینگی۔ بیگم صاحبہ کی عمارتین ہندوستان کے مختلف حصون مین اب تک موجود ہین۔ چنانچہ اُسکی چند عمارتون کا ہم یہان ذکر کرتے ہین۔

جامع مسجد آگرہ یہ جہان آرا بیگم کی سب سے ممتاز اور بہتر عمارت ہی۔ اور قریب قریب اپنی اصلی حالت مین اب تک موجود ہے۔ یہ مسجد دہلی کی مسجد جامع کے بالکل مشابہ ہے۔

مورخین نے اسکی تعمیر کی نسبت یہ لکھا ہی کہ پہلے شاہجہان ایک جامع مسجد جمنا کے کنارے پر بنواتا تھا۔ لیکن بعض ملکی معاملات ایسے سدراہ ہوے کہ اُسکی تعمیر تھوڑے دنون کے لیے ملتوی ہوگئی۔ کچھ عرصے کے بعد شاہجہان کا ارادہ بدل گیا۔ اور اُسکو خیال ہوا کہ جائے مذکور پر تعمیر مسجد عبث ہی۔ کیونکہ وہ جگہ شہر کی آبادی سے کچھ فاصلے پر واقع ہے اِسلیے جوہری بازار مین قریب قلعہ معلی کے اُسنے اِس عمارت کی بنیاد ڈالنے کا قصد کیا جب

جہان آرا کو اسکی خبر ہوئی تو اُسنے شاہجہان سے اجازت لیکر اس کار خیر کو اپنے ذمہ لے لیا۔ اور اُس عالیشان عمارت کی تعمیر شروع کردی۔ پہلے یہ مقام بہت آباد تھا۔ غربا کی یہان زیادہ تر سکونت تھی۔ بیگم صاحبہ نے اُنکے مکانات مع جگہہ کے خرید لیے۔ اور اُسکے عوض مین اصلی قیمت سے بھی زیادہ اُنکو معاوضے دیے۔ لوگون نے نہایت خوشی کے ساتھ اپنے مکان خالی کردیے۔

یہ عالیشان عمارت پانچ سال کے عرصے مین تعمیر کو پہونچی۔ اور اُسپر تخمیناً پانچ لاکھ روپیے صرف ہوے۔ اسکی بنیاد ایک بہت بلند چبوترے پر ڈالی گئی ہے۔ یہ ایکسو بتیس فیٹ طول مین اور سو فیٹ عرض مین جانب غرب ہی۔ اسکی دیوارین قد آدم تک سنگ مرمر کی ہین اور اُسپر سنگ سُرخ کا حاشیہ لگا ہوا ہے۔ اسمین پانچ عالیشان محراب دار دروازے ہین۔ وسط کا دروازہ چالیس فیٹ سے زیادہ عریض ہے۔ اور اسکی سقف کے ہر کنارے پر ایک بلند اور ہشت پہل گنبد بنا ہوا ہے۔ وسط کی محراب پر سورۂ والشمس والضحےٰ نہایت خوبصورت حروف مین کندہ ہی۔ اور محراب کے درمیان آیۃ الکرسی درج ہے۔ پیش طاق پر یہ عبارت کندہ ہے۔

این مسجدی ہست شگرف خدای منان روے زمین را۔ ومعبدیست منیف للہ ذوالفرقان عبادت گزین را۔ ومنظریست نورافزای دیدہ وران عبرت آئین را و سکینیست دلکشا عارفان حقیقت بین را کہ بامر رفیع القدر نواب فلک جناب خورشید احتجاب ہمت قباب عفت نقاب سیدہ نسار زمان صاحب نسوان دوران ملکہ جہان مالکۂ کیہان ناموس العالمین اعز اولاد امیر المومنین

جہان آرا بیگم در عہد سعادت مہد صاحب عصر والی دہر ظل ظلیل حضرت سبحان
خلیفۂ نبیل ایزد منان باعث امن و امان بادشاہ ہفت اقلیم۔ فرازندہ تخت و
دیہیم۔ حارس ملک و ملت قامع جور و بدعت بادشاہ دین پناہ۔ شاہنشاہ
حق آگاہ۔ مظہر کرم وجود برگزیدہ حضرت معبود فرمان فرمای بحر و بر داد دہ عدل
گستر رافع لوائے بر و احسان جہان آباد۔ ملک ستان مقنن قوانین رعیت
پروری و پرورده نوازی۔ ابوالمظفر شہاب الدین محمد صاحبقران ثانی شاہجہان
بادشاہ غازی بمبلغ پنج لک روپیہ کہ قریب ہفتدہ ہزار تومان رائج ایران
وبست پنج لک خانی نافق توران باشد در عرض پنج سال صورت انجام
پذیرفت ایزد بے نیاز بے انباز این بنائے رفیع را چون بیت المعمور پایدار
داین اساس منیع را چون کاخ فلک برقرار دارا د۔ پروردگار این بنائے
امنیت آثار بانیہ مبانی خیرات عام را مراسم مسرات عائد گرداناد تم فی سنہ ۱۰۵۸ھ

اس تحریر کے بعض حروف کو جاٹون کی عملداری کے زمانے مین توپ
کے گولون نے محو کر دیا ہے۔ اسکے مشرقی جانب بھی پہلے ایک خوبصورت
دالان تھا لیکن غدر کے زمانے مین قلعہ کے متصل واقع ہونے کی وجہ سے
احتیاطاً منہدم کر دیا گیا۔

اس مسجد کے صحن کے نیچے چند قبرین ہین۔ اسوجہ سے بیگم صاحبہ نے
ایک تہ خانہ بنوا دیا ہے۔ عالمگیرنامہ وغیرہ سے ظاہر ہے کہ سنہ ۱۰۸۰ھ مین
جو بتون کی بیش قیمت مورتین متھرا وغیرہ کے مندرون سے آگرہ مین لائی گئین
وہ عالمگیر کے حکم کے موافق اس مسجد کے زینے کے نیچے دفن کر دی گئین۔

جہان ابتک مدفون ہین۔

اس مسجد کے حصۂ زیرین مین بہت سی دکانین ہین۔ اُنکی ماہانہ آمدنی تقریباً سات سو روپیہ ہے۔ ممبران لوکل اجنٹی اہل اسلام کا یہین دفتر رہتا ہے۔ اسکے متعلق ایک عربی کا مدرسہ بھی ہے۔

بیگمی دالان

بیگمی دالان | بیگم صاحبہ کو جو حضرت خواجہ رح کے ساتھ عقیدت تھی۔ اُسکے تفصیلی حالات ہمنے اس کتاب مین لکھدیے ہین۔ اب اعادہ کی ضرورت نہین ہے شبہہ بیگم صاحبہ کے دل مین یہ بھی خیال پیدا ہوا ہوگا کہ مین بھی اپنے آبا و اجداد کیطرح اس متبرک مقام مین کوئی اپنی یادگار چھوڑون چنانچہ اسی خیال سے اُسنے بھی اس روضۂ مبارک کے قریب ایک خوبصورت دالان تعمیر کرادیا جو بیگمی دالان سے ابتک مشہور ہے۔ اس دالان کی تعمیر ۱۰۵۳ھ مین ہوئی غالباً جس زمانے مین جہان آرا بیگم زیارت کو پہلی مرتبہ آئی تھی۔ اُسکی تعمیر کا حکم دیا ہوگا۔ کیونکہ مونس الارواح مین یہی سنہ سفر اجمیر کا لکھا ہے۔

یہ رفیع الشان دالان* گنبد شریف کے شرقی دروازے سے ملحق ہے اسکی چھت نہایت عمدہ سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ دالان کا فرش سنگ افشان ابری کا ہے جسپر زرین کام کیا ہوا ہے۔ اور اُسمین سنگ مرمر کے جو ستون لگے ہین وہ ایسے خوبصورت اور سڈول ہین کہ گویا سانچے مین ڈھلے ہوے ہین۔ دیوار کے نقش و نگار نہایت دلفریب ہین۔ چھت مین تمامی کی چھت گیر لگی ہوئی ہے۔ وسط کی محراب پر جو سنگ مرمر کی ہی نہایت عمدہ

* تاریخ اجمیر۔

جواہرات کی پچیکاری کی گئی تھی۔ عام لوگ اُسکو نورجہان کے گلے کی دُھگدگی کہتے ہین۔ اِسمین بیش قیمت جواہرات اور یاقوت جڑے ہوے ہین سایبان کے آگے دُور تک سنگ مرمر کا فرش ہے۔ اور اُسکے ارد گرد سنگین کٹہرہ لگا ہوا ہے۔

یہ مقام قوالی کے لیے مخصوص ہے پنجشنبہ اور ہر ماہ کی چھٹی تاریخ کو بڑے دھوم دھام سے اِسمین مجلس سماع منعقد ہوتی ہے مجلس کے اختتام پر سب قوال ملکر کڑکا گاتے ہین جو ایک قسم کا پُراثر راگ ہی۔ اور اُس مین حضرت خواجہ صاحب رح کی آمد آمد اور استیصال کفر کا ذکر ہوتا ہی۔

کاروان سراے دہلی دہلی مین* جہان آرا بیگم ایک بہت بڑی سرا تعمیر کرائی تھی۔ کتب تاریخ سے صاف نہ معلوم ہوا کہ وہ کس مین تعمیر کی گئی تھی طول وعرض مین یہ ۱۸۶ گز مربع تھی۔ اور اِسمین ۹۰ حجرے اور چار بُرجیان تھین ہر حجرے کے آگے ایک چبوترہ تھا جسکا عرض پانچ گز تھا۔ اِس سراے کا ایک دروازہ بازار کی طرف اور دوسرا دروازہ باغ کی طرف سے تھا جو اُس زمانے مین صاحب آباد کے نام سے مشہور تھا۔

ڈاکٹر برنیر نے اپنے سفرنامے مین اِسکے متعلق لکھا ہے کہ ہمارے پیلس رائل Palace Royal کی طرح ایک بڑی اور محراب دار مربع عمارت ہی جسمین برابر برابر کوٹھریان بنی ہوئی ہین۔ اسی طرح اوپر کی بھی منزل مین ہین۔ اِس سرا‌ے مین زیادہ تر ایرانی وغیرہ فروکش ہوتے ہین۔ کاش

*شاہجہان نامہ۔

کاروان سرای دہلی

یہ عمارتین پیرس مین ہوتین۔

مسجد ملابدخشی

مسجد ملابدخشی جہان آرا بیگم نے جس زمانے مین شاہجہان کے ساتھ سفر کشمیر کیا تھا اور وہان کے نامور حق آگاہ ملا بدخشی کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔ اُسوقت ایک مسجد کے تعمیر کرانے کا حکم دیا۔ اِس مسجد کی تعمیر مین بیگم صاحبہ کے چالیس ہزار روپیے صرف ہوے۔ اِس مسجد کے متصل بھی کچھ عمارتین تعمیر کرائین۔ اور اُنھین فقرا کی بود وباش کے لیے وقف کردیا۔

جہان آرا بیگم کے باغات

جہان آرا بیگم کو باغون کی تعمیر کا بیحد شوق تھا۔ سب سے اعلےٰ درجے کا باغ جسکی آرایش اُسکو مدنظر رہی، اُسکے کھنڈر آگرہ مین اب تک موجود ہین۔ اُسکو لوگ اب **سید کا باغ** کہتے ہین۔ اُسمین ایک عالیشان قصر ہے موسم برسات مین جب پیراکی کا میلہ ہوتا ہے تو تیراک اُسی قصر کے اوپر سے دریاے جمن مین کودتے ہین۔

باغ آگرہ

اِسی باغ کو شاہجہان نے اپنی شاہزادگی کے زمانے مین تعمیر کرایا تھا۔ جب اُسکی پیاری بیٹی جہان آرا سنِ شعور کو پہونچی تو اُسکو اُسکے سپرد کردیا۔ شاہی زمانے مین یہ باغ قابل دید تھا۔ اسّی بیگھہ کی اسکی وسعت ہے جسمین سے تیس بیگھہ مین مختلف عمارتین بنی ہوئی تھین۔ یہ باغ شاہزادی مذکور کے زمانے مین بہت آراستہ وپیراستہ رہتا تھا۔ اور وہ اِس باغ مین

اکثر سیر کو جایا کرتی تھی۔ تمام ولایتی میوون کے درخت اِس مین نصب کیے گئے تھے۔ ہر قسم کے خوشبودار اور خوبصورت پھول اِسمین کھلے رہتے تھے جنکی بھینی بھینی خوشبو سے مشام جان معطر ہوجاتا تھا۔

اِس باغ کی دلکش عمارتین کسی زمانے مین ماہ پیکر جہان آرا کی جلوہ گاہ تھین۔ بعض اوقات پیاری بیٹی کا جذبۂ اُلفت شاہنشاہ شاہجہان کو بھی وہان کھینچ لاتا تھا۔ اور اسیوجہ سے وہ ہروقت سجا رہتا تھا۔

افسوس اُسی باغ کی اب ایسی حالت ہو کہ اُسکے دیکھنے سے دل بھر آتا ہے۔ یہ باغ انقلاب زمانہ کا سچا فوٹو ہے اور اِسکی سیر عبرت کا ایک مفید سبق دیتی ہے۔ افسوس کسی زمانے مین اُسکی روشین پری پیکر بیگمات کی وقفِ خرام ناز تھین۔ آج اُنپر کُتّے اور گیدڑ ٹہلتے ہین۔ آہ کبھی جہان خوبصورت اور خوشبودار پھول کھلے رہتے تھے۔ آج وہان خار و خاشاک کے سوا کچھ نہین۔ افسوس جسمین شاہجہان بادشاہ۔ بادشاہ بیگم۔ اور شاہی خاندان کی ماہوش خواتین جلوہ گر ہوتی تھین۔ اُس عمارت پر اب زاغ و زغن کے آشیانے ہین۔ ہائے زمانہ ؎

از نقش و نگارِ در و دیوار شکستہ
آثار پدید ست صنادیدِ عجم را

تاریخ آگرہ۔ منشی سیل چند۔

شاہجہان نامہ۔ مصنفۂ شمس العلما مولوی ذکاءاللہ۔

〃 مصنفۂ عبدالحمید لاہوری۔

۶۱۰۳

باغ صفاپور

جہان آرا کا دوسرا باغ صفاپور مین تھا۔ جو دولتسرا سے سات کوس کے فاصلے پر واقع تھا۔ یہ باغ ایک بلند زمین پر تعمیر کرایا گیا تھا۔ جسمین ایک وسیع تالاب۔ متعدد دلکش نہرین اور بہت سی آبشارین بنی ہوئی تھین۔ ۱۰۵۰ھ مین شاہجہان نے اسمین قیام کیا۔
جہان آرا بیگم میزبان تھی۔ اور اُسنے تالاب مین جو محاذی باغ ہے بہت سی کشتیان ڈلوا دی تھین۔ یہ کشتیان مختلف عمارتون کی صورت مین بنی ہوئی تھین۔ اور چراغان کا بھی اُسنے معقول انتظام کیا تھا۔ اُسوقت باغ کا سمان نہایت دلکش تھا۔ بادشاہ تین روز تک فروکش رہکر اپنی پیاری میزبان سے رخصت ہوا۔

باغ صاحب آباد

بیگم صاحبہ کا تیسرا باغ صاحب آباد تھا جو اچھول کے نام سے بھی مشہور تھا۔ اُسکی بنیاد جہانگیر بادشاہ نے ڈالی تھی۔ اور اسمین بہت خوبصورت مکانات بنے ہوے تھے۔ شاہجہان کے حکم سے قدیم مکانات منہدم کرکے اُسنے ایک عالیشان بنگلہ تعمیر کرایا۔ اور اُسمین بہت سے حوض اور آبشارین بنوائین۔ اسمین جابجا فوارے بنے ہوے تھے۔ جنکے چھوٹتے وقت عجیب نظارہ پیش نظر ہوجاتا تھا۔ یہ باغ طول مین نوسو بہتر گز اور عرض مین دوسو بیالیس گز وسیع تھا۔ ایک بار یہ باغ بھی شاہجہان کا جلوہ گاہ بنا تھا۔ اِس موقع پر جہان آرا موجود تھی۔ اور اُسنے اپنے شاہنشاہ باپ کی بڑے دھوم دھام سے دعوت کی اور چراغان کیا۔ بادشاہ نے اپنی لائق بیٹی کے حسنِ انتظام کی بہت داد دی۔

[illegible] مین عالمگیر بھی اپنی بیگمات کے ساتھ اِس باغ مین رونق افروز ہوا۔ اور بیگم صاحبہ نے حقِ میزبانی ادا کیا۔ عالمگیر نے اُسکو اِسکے صلہ مین تیس ہزار روپیے۔ اٹھارہ نفر پارچہ جمدھر مرصع۔ مع پھول کٹارہ۔ ایک عدد پاندان مرصع۔ خوانچہ طلا۔ پیک دان مینا کار چوگھڑہ بلور عنایت کیے۔ اور بیگم صاحبہ سے رخصت ہوا۔

اِس باغ مین ایک نہایت خوبصورت چشمہ بھی تھا، جو دوسرے آبشارون کے حوض مین جو عرض مین نو گز تھا چار گز کی بلندی سے گرتا تھا۔ اِس باغ کا منظر نہایت دلفریب تھا۔ اِسمین شاہجہان نے عمدہ اصلاحین کی تھین۔

اِن باغات کے علاوہ جہان آرا نے اور متعدد باغ تعمیر کرلئے تھے۔ جنکے کھنڈرا ور مٹے ہوے آثار صفحۂ ہستی پر اب تک موجود ہین جنکی ویرانی آرایش ہے۔ اور عبرت کے سوا کوئی باغبان نہین۔ افسوس۔

محبوب الرحمٰن کلیم